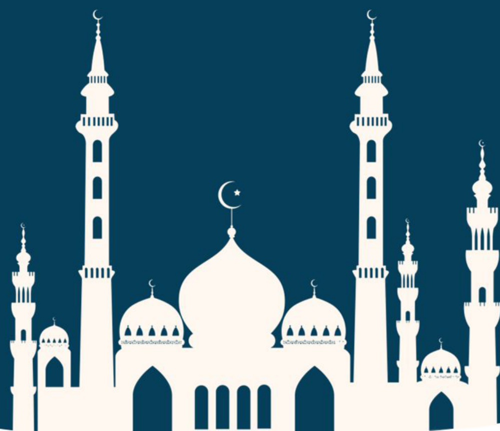
چار دن قربانی؟





حافظ محمد بلال حفظہ اللہ

قربانی کے چار دن؟

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ أَمَّا بَعْدُ :

ایام قربانی میں اختلاف ہے۔ راجح یہ ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں۔ جن روایات وآثار کی بنیاد پر چار دن کا ثبوت فراہم کیا جاتا ہے ان کی استنادی حیثیت کیا ہے؟ آئندہ سطور میں ان پر تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيٓ أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَّهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيرَ﴾ [الحج : 28]

”اور وہ معلوم دنوں میں اللہ کا نام ذکر کریں ان چوپایوں پر جو اس نے انہیں عطا کیے ہیں، پس ان میں سے خود بھی کھاؤ اور بھوکے فقیر کو بھی کھلاؤ۔“

ایام معلومات سے مراد

مفسر ابو محمد مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ (۴۳۷ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتُ هِيَ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهٗ .

”ایام معلومات، یوم نحر اور اس کے بعد دو دن ہیں۔“

(الهداية إلى بُلوغ النّهاية :672/1)

علامہ ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتُ هِيَ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهٗ .

”ایام معلومات، یوم نحر اور اس کے بعد دو دن ہیں۔“

(تفسیرابن عطيّة :277/1)

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ النَّحْرُ وَكَانَ النَّحْرُ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَهُوَ يَوْمُ الْأَضْحٰى وَالثَّانِي وَالثَّالِثِ وَلَمْ يَكُنْ فِي الرَّابِعِ نَحْرٌ .

''بلا اختلاف اس سے مراد قربانی ہے۔ قربانی پہلے، دوسرے اور تیسرے دن ہے، چھوتھے دن قربانی نہیں۔''(أحكام القرآن :198/1)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) سورۃ الحج کی مذکورہ آیت کو دلیل بناتے ہوئے فرماتے ہیں:

دَلِيلُنَا قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ﴾ اَلْآيَةَ وَهٰذَا جَمْعُ قِلَّةٍ لٰكِنَّ الْمُتَيَقَّنَ مِنْهُ الثَّلَاثَةُ وَمَا بَعْدَ الثَّلَاثَةِ غَيْرُ مُتَيَقَّنٍ فَلَا يُعْمَلُ بِهٖ .

''ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ ...﴾ ہے۔ یہ جمع قلت ہے اس سے تین تو یقینی ہے اور تین کے بعد غیر یقینی، لہٰذا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا (چوتھے دن قربانی نہیں)۔''

(تفسير القرطبي : 43/12)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَيَّامُ الذَّبْحِ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهٗ وَهِيَ الْأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتُ .

''ایامِ قربانی دس ذوالحجہ اور اس کے بعد دو دن ہیں اور یہ 'ایام معلومات' ہیں۔''(الكافي في فقه أهل المدينة :423/1)

مزید لکھتے ہیں:

قَالَ الْآخَرُونَ : الْأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتُ هِيَ أَيَّامُ الذَّبْحِ وَذٰلِكَ يَوْمُ

النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا وَعَلٰى هٰذَا الْقَوْلِ أَكْثَرُ النَّاسِ .

''دیگر (اہل علم) نے کہا کہ ایام معلومات سے مراد قربانی کے دن ہیں اور وہ دس ذوالحجہ اور اس کے بعد دو دن ہیں۔ اور یہ بات سیدنا علی، سیدنا عبداللہ بن عمر اور (مفسر قرآن) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے (باسند معتبر) مروی ہے اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔''

(التّمهيد : 196/23)

مرفوع حدیث سے استدلال

رسول اللہ ﷺ نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا۔

(صحيح البخاري : 5569، صحيح مسلم : 1974)

علامہ ابو الولید الباجی اور علامہ ابن قدامہ مقدسی نے اس حدیث سے تین دن قربانی پر استدلال کیا ہے۔(المُنتقٰی شرح المُوَطّأ : 99/3، المُغني : 453/9)

یاد رہے کہ یہ تائیدی دلیل ہے۔

ایام قربانی توقیفی ہیں

امام طحاوی فرماتے ہیں:

قَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَأَنَسٍ أَنَّ الذَّبْحَ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ وَلَمْ يُرْوَ عَنْ غَيْرِهِمْ مِنَ الصَّحَابَةِ خِلَافُهُ فَثَبَتَ حُجَّتُهُ وَأَيْضًا فَإِنَّ مِثْلَهُ لَا يُقَالُ مِنْ جِهَةِ الرَّأْيِ فَدَلَّ أَنَّهُ تَوْقِيفٌ .

''(مفسر قرآن) عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور انس رضی اللہ عنہم سے

(باسندمعتبر) مروی ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے (باسندمعتبر) اس کا خلاف ثابت نہیں، اس موقف کی حجیت ثابت ہوئی اور اس طرح کا قول اجتہاد سے بھی نہیں کہا جا سکتا، معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ توقیفی (ان صحابہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اپنایا) ہے۔''

(مختصر اختلاف العلماء : 218/3)

آخر ذوالحجہ تک قربانی

جناب علامہ رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں:

''ابوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف سے مروی ہے کہ: كان المسلمون يشتري أحدهم الأضحية فيسمنها ويذبحها في آخر ذي الحجة۔ یعنی ایک مسلمان قربانی کے جانور خرید لیا کرتا اور انہیں موٹا بناتا پھر انہیں ذی الحجہ کے آخر میں ذبح کرتا تھا (سنن بیہقی ۲/ ۲۹۸، ۲۹۷ و فتح الباری بحوالہ مستخرج ابی نعیم ۱۰/۱۰)...ظاہر ہے کہ موصوف نے صرف ایک مسلمان کا یہ معمول بتایا ہے کہ وہ آخر ذی الحجہ میں قربانی کرتا تھا وہ مسلمان صحابی بھی ہوسکتا ہے اور تابعی بھی...اور امام احمد نے ابوامامہ والی اس روایت کو ''عجیب'' بھی کہا۔''

(غایۃ التحقیق، ص:92)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ آخر ذوالحجہ والے قول کے بارے فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ عَجَبٌ .

''یہ اثر عجیب ہے۔'' (تغليق التعليق : 6/5)

علامہ عبیداللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اس قول کی

وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يُشِيرُ إِلٰى أَنَّ زِيَادَةَ قَوْلِهٖ فَيَذْبَحُهَا بَعْدَ الْاَضْحٰى آخِرَ ذِي الْحِجَّةِ مُسْتَنْكَرَةٌ.

''امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اشارہ کر رہے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے بعد آخر ذوالحجہ تک قربانی کرنے والا اضافہ منکر ہے۔''

(مرعاة المفاتيح : 5/108)

لہٰذا صحابہ کی ایک جماعت تو کجا کسی ایک صحابی سے بھی صراحتاً یہ موقف ثابت نہ ہو سکا۔

ہندوستان کے ایک عالم کفایت اللہ سنابلی صاحب، جنہوں نے چار دن قربانی پر کتاب لکھی ہے، خود لکھتے ہیں:

''یاد رہے کہ شدید نکارت والے متن پر مشتمل روایت کے اندر اگرچہ کوئی کذاب راوی نہ ہو، پھر بھی متن کی نکارت کو دیکھتے ہوئے اہل علم اسے موضوع قرار دیتے ہیں۔'' (یزید بن معاویہ، ص:59)

عرض ہے کہ آخر ذی الحجہ تک قربانی والا اضافہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

تین دن قربانی پر آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اَلْأَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْأَضْحٰى.

''قربانی تین دن ہے (۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ)۔''

(مُوَطّأ الإمام مالِك : 2/487، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر کی سند اصح الاسانید ہے۔ جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اس اثر کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن اس اثر کو بے اثر بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انہیں کی طرف چار دن قربانی کا قول بھی منسوب ہے ممکن ہے آپ نے بعد میں رجوع فرماتے ہوئے حدیث کے موافق اپنا موقف بدل لیا ہے، اور پہلے نصوص سے لاعلم ہونے کے سبب تین دن قربانی کی بات کہی ہو، واللہ اعلم۔'' (چار دن قربانی کی مشروعیت، ص:55)

سنابلی صاحب نے دو باتیں پیش کی ہیں:

① ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب چار دن قربانی والا بے سند قول۔

عرض ہے کہ بے سند اقوال کا اعتبار نہیں۔

محترم سنابلی صاحب ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''امام سیوطی نے اس کی سند ذکر نہیں کی ہے اور بے سند باتیں حجت نہیں ہوتیں۔'' (انوار البدر، ص:619)

② ذاتی احتمال (ممکن ہے، ہوسکتا ہے کہ ابن عمر نے تین دن قربانی سے رجوع کرلیا ہو)۔

عرض ہے کہ ابن عمر کے اصح الاسانید قول کو بے سند اور ''ممکن ہے'' سے رد نہیں کیا جاسکتا۔

② سیدنا علی رضی اللہ عنہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلنَّحْرُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ .

''قربانی تین دن ہے۔''

(أحكام القرآن للطّحاري : 2/205، ح : 1569، وسندهٗ حسنٌ)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خلفائے راشدین کی پیروی کا حکم دیا ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اثر پر عمل حقیقت میں رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے حکم کی پیروی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اثر پر جرح کی حقیقت

① امام طحاوی کے استاذ احمد بن ابی عمران کے بارے میں امام ابن یونس مصری (تاریخ ابن یونس، ص:۲/ ۲۷) کی توثیق ثابت ہے۔

محترم سنابلی صاحب نے پہلے تاریخ بغداد سے امام طحاوی کے شیخ کی توثیق کو غیر ثابت کرنے کے لیے اس کی سند کے دو راویوں کے بارے کہا مجھے ان کی توثیق نہیں ملی۔ اندازہ کریں کہ جنہیں یہ معلوم تھا کہ تاریخ ابن یونس موجود ہے یا مفقود، ایسے لوگ تاریخ بغداد میں جا کر یہ کہہ رہے ہیں کہ دو راویوں کی توثیق نہیں ملی تو یہ تعجب خیز بات ہے۔

② سنابلی صاحب نے حجیہ بن عدی کو ضعیف قرار دیا ہے، حالانکہ یہ ثقہ و صدوق راوی ہے۔

سنابلی صاحب پہلی علت کے تحت لکھتے ہیں:

''اس قول کے ناقل کا نام سند میں ''حجتہ'' لکھا ہے، عربی میں یہ لفظ کسی کا نام ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے صاف ہے کہ کتابت کی غلطی ہے، اور کتب رجال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صحیح نام ''حجیہ'' یعنی ''حجیہ بن عدی'' ہے۔ اور یہ راوی راجح قول کے مطابق ضعیف ہے۔''

(ایام قربانی اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم مع اشکالات کا جائزہ، ص:30)

پھر مذکورہ الفاظ کو ایک اور انداز میں لکھتے ہیں:

''۔۔۔اگر کتب رجال کی مدد سے ہم اسے ''حجیہ بن عدی'' مان لیں تو

یہ راوی راجح قول کے مطابق ضعیف ہے۔"

(چاردن قربانی کتاب وسنت کی روشنی میں، ص:205)

موصوف کا پہلا قول "صحیح نام حجیہ بن عدی ہے" درست ہے، اور دوسرے قول پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جروح کا جائزہ

حافظ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مَعْرُوفًا وَلَيْسَ بِذَاكَ .

"یہ معروف راوی ہے لیکن "لیس بذاک" ہے۔"

(الطبقات الکبریٰ : 225/6)

خود سنابلی صاحب کے نزدیک بھی "لیس بذاک" سے مراد یہ ہے کہ ایسا راوی اعلی درجے کا ثقہ نہیں ہوتا۔ (مسنون تراویح، ص:127)

علامہ رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں:

"لیس بذاک القوی تجریح مبہم ہے۔"

(مجموعہ مقالات، ص:368)

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِمَّنْ لَمْ يُكْثِرْ وَلَمْ يُعْرَفْ .

"اس نے نہ زیادہ روایت بیان کی ہے اور نہ ہی یہ معروف ہے۔"

(تاریخ دِمَشْق لابن عساکِر : 206/12، وسندہٗ صحیحٌ)

مجہول ہونا جرح نہیں

عرض ہے کہ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کے نزدیک کسی راوی کا مجہول ہونا جرح نہیں

ہے۔

لیکن سنابلی صاحب امام عجلی اور دیگر ائمہ کی توثیق کو بے وزن کرنے کے لیے لکھتے ہیں:

''امام علی بن مدینی اپنے معاصرین میں سب پر بھاری۔''

(چار دن قربانی کتاب وسنت کی روشنی میں، ص:222)

اس پر انہوں نے خطیب بغدادی اور حافظ ابن حجر کا قول پیش کیا، لیکن کیا انہوں یہ کہا ہے کہ ان کے مقابلے میں ہر کسی کی بات مردود ہے؟ اب دوسرا رخ بھی دیکھیں کہ خود سنابلی صاحب کے نزدیک امام علی بن مدینی کا کتنا وزن ہے، ایک راوی ہے ''قبیصہ بن ھلب'' اس کے بارے سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''علی بن المدینی اور امام نسائی نے کہا: یہ مجہول ہے۔۔۔عرض ہے کہ امام علی بن المدینی اور امام نسائی سے یہ قول ثابت ہی نہیں ہے امام مزی نے ان اقول کے لیے کوئی حوالہ نہیں دیا اور دیگر محدثین نے امام مزی کی اسی کتاب سے یہ بات نقل کی ہے۔ بالفرض اگر ان اقوال کو ثابت بھی مان لیں تو بھی کسی امام کا کسی راوی کو مجہول کہنا کوئی جرح نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے مجہول کہنے والے امام کو اس راوی کے حالات نہیں ملے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دیگر ائمہ کو بھی اس کے حالات معلوم نہیں لہٰذا جب دیگر ائمہ قبیصہ بن ھلب کے حالات سے آگاہ ہیں اور ان کی توثیق کر رہے ہیں تو ان ائمہ کی بات ہی فیصلہ کن ہے۔'' (انوار البدر، ص:۸۴)

یہاں سنابلی صاحب کو یہ یاد رہا ہے علی بن مدینی تو اپنے زمانے کے تمام حفاظ پر بھاری ہیں اور نہ ہی امام نسائی کا وزن یاد رہا اور ان کے مقابلے میں امام عجلی کی توثیق جس

سے بقول سنابلی صاحب دیانت داری مراد ہوسکتی ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، جو کہ مجاہیل کی توثیق میں متساہل ہیں۔ ترمذی نے توثیق ضمنی کی ہے وہ بھی متساہل ہیں، ان کے ساتھ ساتھ ابوعلی طوسی، ابن عبدالبر و بغوی کی توثیق ضمنی بھی معتبر ٹھہرتی ہے۔ جب قبیصہ کے بارے ان محدثین کی بات معتبر ہے اور امام علی بن مدینی اور امام نسائی کی بات غیر معتبر ہے توجیہ بن عدی کا علی بن مدینی کو علم نہ ہوسکا تو موثقین کی بات ہی فیصلہ کن ہوگی۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سنابلی صاحب اگر ائمہ کا وزن دیکھتے ہیں تو خلافت راشدہ تیس سال والی روایت جنہیں کئی محدثین نے صحیح قرار دیا ہے، لیکن سنابلی صاحب وہاں ابن خلدون کو ان ائمہ کے مقابلہ میں لے کر آئے ہیں جن اس فن میں کوئی مقام بھی نہیں ہے؟!

امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں:

شَيْخٌ لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهٖ شَبِيهٌ بِالْمَجْهُولِ .

''یہ شیخ ہے اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی یہ مجہول جیسا ہے۔''

(الجرح والتّعديل : 413/3)

لفظ ''شیخ'' کے بارے علامہ رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ معلوم ہے کہ کلمہ شیخ کلمات توثیق سے ہے۔'' (اللمحات:2/ 20)

«لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهٖ» کے بارے سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''ثابت شدہ توثیق کے بالمقابل ابو حاتم کا یہ جملہ غیر مسموع ہے، کیوں کہ وہ متشدد ہیں اور ثقات کے بارے میں بھی یہ جملہ عام طور پر بولتے ہیں۔'' (یزید بن معاویہ، ص:665)

متعنت کی جرح:

سنابلی صاحب امام نسائی کو متشدد کہہ کر ان کی جرح کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''موثقین کے مقابلہ میں ان کی تضعیف کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔''
(ازالۃ الکرب،ص:2)

مزید ایک راوی کے بارے لکھتے ہیں:

''یہ راوی بھی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، ان پر صرف ابن سعد نے الطبقات (٦/٣٥٦) اور ابن حبان نے المجروحین (٢/٢٢٧) میں جرح کی ہے۔ ابن سعد جرح میں منفرد ہوں تو ان کی جرح قبول نہیں ہوتی اور ابن حبان رحمہ اللہ جرح میں متشدد ہیں۔ علاوہ بریں ان دونوں کی جرح جمہور محدثین کے خلاف ہے، اس لیے بہر صورت غیر مسموع ہے۔'' (یزید بن معاویہ،ص:268)

عرض ہے کہ ٹھیک اسی طرح حجیہ بن عدی بھی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، ان پر ابن سعد اور ابو حاتم کا کلام ہے۔ ابن سعد جرح میں منفرد ہوں تو ان کی جرح قبول نہیں ہوتی اور ابو حاتم جرح میں متشدد ہیں۔ اور ابن مدینی کا ''لا یعرف'' کہنا جرح نہیں، علاوہ بریں ان کا کلام جمہور کے خلاف ہے۔

ثابت ہوا کہ امام ابو حاتم، امام ابن سعد اور امام ابن مدینی رحمہم اللہ کا کلام مضر نہیں۔

ناقلین کی جرح

محترم سنابلی صاحب نے حافظ ذہبی، حافظ فاسی، حافظ بوصیری، ابن عبد الہادی، دمیاطی اور ابن نجار رحمہم اللہ کے حوالے محض اس لیے رد کر دیے کہ یہ ناقلین ہیں، چناچہ ایک راوی پر جرح کا جواب ''ناقلین'' کی سرخی جماتے ہوئے دیتے ہیں:

''اس قسم کے حوالے ایسے ہیں، جن میں اشرفی صاحب نے ایسے نام

پیش کیے ہیں، جن کا وہ اپنا ذاتی نقد نہیں، بلکہ انہوں نے اپنے سے پہلے ائمہ کے اقوال ہی نقل کیے ہیں... چوں کہ یہ تمام حوالے محض نقل پر مبنی ہیں، لہٰذا ان کی کوئی علاحدہ حیثیت نہیں ہے۔''

(انوار البدر، ص:458)

عرض ہے کہ جن متاخرین کو سنابلی صاحب نے پیش کیا تو ظاہر بات ہے ان کی بنیاد بھی متقدمین کے اقوال ہی ہیں، جیسا کہ حافظ ابن القطان فاسی حجیہ بن عدی کا دفاع اور حافظ عبدالحق اشبیلی کی جرح کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنَّمَا هُوَ تبعَ فِيهِ أَبَا حَاتِمٍ الرَّازِيَّ ... لَا يُلْتَفَتُ إِلٰى قَوْلِ مَنْ قَالَ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ إِذَا لَمْ يَأْتِ بِحُجَّةٍ فَإِنَّهٗ رَجُلٌ مَشْهُورٌ قَدْ رَوٰى عَنْهُ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ وَأَبُو إِسْحَاقَ وَالْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ رَوَوْا عَنْهُ عِدَّةَ أَحَادِيثَ وَهُوَ فِيهَا مَسْتَقِيمٌ لَمْ يُعْهَدْ مِنْهُ خَطَاءٌ وَلَا اخْتِلَاطٌ وَلَا نَكَارَةٌ وَقَدْ قَالَ فِيهِ الْكُوفِيُّ : إِنَّهٗ الْكُوفِيٌّ تَابِعِيٌّ ثِقَةٌ .

''حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ نے اس قول میں ابوحاتم رازی رحمہ اللہ کی پیروی کی ہے، جس نے حجیہ بن عدی کو ''لا یحتج بہ'' کہا ہے اس کی بات نا قابل التفات ہے، جب تک وہ کوئی دلیل پیش نہیں کرتا، کیوں کہ یہ مشہور راوی ہے، اس سے سلمہ بن کہیل، ابواسحاق، اور حکم بن عتیبہ نے کئی روایات بیان کی ہیں، جنہیں بیان کرنے میں حجیہ بن عدی مستقیم ہے، ان سے کوئی خطا، اختلاط اور منکر بات معلوم نہیں ہو سکی اور امام عجلی نے انہیں ثقہ تابعی قرار دیا ہے۔''

(بیَان الوهم والإیهام : 370/5)

حافظ ابن القطان رحمہ اللہ کی اس عبارت سے ثابت ہوا:

① حجیہ بن عدی مجہول نہیں، بلکہ مشہور ہیں۔

② ثقہ ہیں۔

③ اپنی بیان کردہ روایات میں مستقیم ہیں، ان میں کوئی خطا، اختلاط اور نکارت والی بات نہیں ہے۔

لہٰذا سنابلی صاحب نے حجیہ بن عدی کی تضعیف کے لیے متاخرین کے جو حوالے پیش کیے ہیں وہ ان کے لیے مفید نہیں ہیں، کیوں کہ حجیہ بن عدی پر ان ناقلین کا اپنا ذاتی نقد نہیں، بلکہ انہوں نے اپنے سے پہلے ائمہ (ابن سعد، ابن مدینی، ابوحاتم رازی) کے اقوال نقل کیے ہیں، لہٰذا ان حوالوں کی بھی کوئی علاحدہ حیثیت نہیں ہے۔

سنابلی صاحب کا اعتراف

ابن عساکر نے حجیہ کو «لَيْسَ بِذَاكَ» کہا ہے۔ اس جرح کی بنیاد اگر ابن سعد کا قول ہے تو اس کا جواب گزر چکا ہے، اگر اسے مستقل قول مانا جائے تو اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ سنابلی صاحب ایک راوی پر جرح کا جواب دیتے ہوئے امام مالک، امام ابو حاتم، امام نسائی اور امام زکریا ساجی رحمہم اللہ کے بارے لکھتے ہیں:

''اور انہوں نے یہاں مفسر جرح نہیں کی ہے اور پانچویں امام بوصیری ہیں جو بہت بعد کے اور متاخر عالم ہیں۔'' (یزید بن معاویہ، ص:667)

سوال ہے کہ کیا حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے یہاں جرح مفسر کی ہے؟ اور کیا وہ متقدمین کے مقابلے میں بعد کے اور متاخر عالم نہیں؟ کیا یہاں اعلیٰ درجہ کی ثقاہت کی نفی مراد نہیں ہوسکتی؟!

غیر ناقدین و معاصرین کے حوالے

سنابلی صاحب نے شیخ البانی، شیخ ابو اسحاق حوینی، شعیب ارناؤوط، شیخ طارق بن

عوض اللہ، علامہ محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری، حافظ عبدالمنان نور پوری، حافظ ثناء اللہ زاہدی وغیرہم کے حوالہ جات کو محض اس لیے رد کر دیا کہ یہ غیر ناقدین اور معاصرین ہیں۔

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''ان میں سے کوئی بھی ناقد امام نہیں ہے، بلکہ ان میں بیشتر تو عصر حاضر کے علما ہیں اس لیے یہ سارے حوالے غیر معتبر ہیں۔''

(انوار البدر، ص:455)

سوال اٹھتا ہے کہ جحیہ بن عدی کو ضعیف قرار دینے کے لیے علامہ مقبل، تحریر تقریب التہذیب کے مؤلفین (بشار عواد، شعیب ارناؤوط)، ماہر الفحل، شعیب ارناؤوط اور ان کے رفقاء کے حوالے معتبر کیوں ہو گئے؟ کیا یہ معاصرین اور غیر ناقدین نہیں؟!

جحیہ بن عدی کی توثیق

① امام عجلی رحمہ اللہ (۲۶۱ھ) فرماتے ہیں:

تَابِعِيٌّ ثِقَةٌ.

''یہ ثقہ تابعی ہیں۔'' (الثّقات، ص: 110)

② امام ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بوشنجی رحمہ اللہ (۲۹۰ھ) نے ثقہ کہا ہے۔

نوٹ:

الکفایہ للخطیب، ص: ۳۷۶، کی ایک سند میں سلمہ بن کہیل کے شیوخ میں ابو الزعراء کنیت کا ایک راوی ہے، اس کی توثیق امام بوشنجی نے کی ہے، لیکن راوی کا تعین نہ تھا کہ یہ ابو الزعراء جحیہ بن عدی ہے یا ابو الزعراء عبداللہ بن ہانی ہے تو اس شبہ کو دور کرنے کے لیے امام برقانی رحمہ اللہ جو الکفایہ والی سند کے راوی بھی ہیں نے فرمایا کہ یہ ابو الزعراء جحیہ بن عدی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بوشنجی رحمہ اللہ نے جحیہ بن عدی کی توثیق کی ہے، ان

دوائمہ نے ثابت کر دیا کہ یہ ابوالزعراء جحیہ بن عدی ہے نہ کہ ابوالزعراء ہانی بن عبداللہ۔

(تهذيب التهذيب : 2/217)

لیکن سنابلی صاحب کی طبیعت جحیہ بن عدی کے بارے ان دو محدثین کی ہوئی تعیین وتوثیق کا انکار کرتی ہے۔

لکھتے ہیں:

''رہی یہ بات کہ امام برقانی نے''ابوالزعراء'' کی تعیین جحیہ بن عدی سے کی ہے تو یہ امام برقانی کی تعیین ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ محمد بن ابراہیم البوشنجی نے بھی انہیں کی تعیین کر کے توثیق کی ہو۔''

عرض ہے کہ محترم کی قیاس آرائیوں کے مقابلہ میں محدثین کی بات معتبر ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

''امام برقانی نے یہ تعیین سند کے رواۃ سے نقل نہیں کی بلکہ خود یہ کہتے ہوئے استدلال کیا ہے کہ یہاں علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور ان سے ''ابوالزعراء ہانی بن عبداللہ'' کی روایت نہیں آتی بلکہ ''ابوالزعراء جحیہ بن عدی'' ہی کی روایت آتی ہے اس لیے یہی مراد ہیں۔''

عرض ہے کہ امام برقانی رحمہ اللہ کی بات درست ہے۔

سنابلی صاحب امام برقانی کی تعیین کو غلط ثابت کرنے کے لیے لکھتے ہیں:

''علی رضی اللہ عنہ سے جب ''ابوالزعراء جحیہ بن عدی'' کی روایت آتی ہے تو ان کی کنیت ''ابوالزعراء'' سے نہیں بلکہ صرف ان کے نام ''جحیہ بن عدی'' کی صراحت سے آتی ہے۔ جبکہ علی رضی اللہ عنہ سے جب ''ابوالزعراء ہانی بن عبداللہ'' کی روایت آتی ہے تو ان کے نام ''ہانی بن عبداللہ'' کے ساتھ یا ان کی کنیت ''ابوالزعراء'' کے ساتھ آتی ہے۔''

عرض ہے کہ یہ کہنا ''علی رضی اللہ عنہ سے جب ابوالزعراء حجیہ بن عدی کی روایت آتی ہے تو ان کی کنیت سے نہیں بلکہ صرف ان کے نام حجیہ بن عدی کی صراحت سے آتی ہے'' صحیح نہیں ہے، کیوں کہ حجیہ بن عدی کی روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان کی کنیت ''ابوالزعراء'' سے بھی آئی ہے ملاحظہ ہو:(السنن الكبرىٰ للبَيْهَقِي : 472/8، ح : 17258، غريب الحديث للحربی : 774/2)

لہٰذا یہ بات سنابلی صاحب کے اس استدلال کو بہت کمزور کر دیتی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جب ابوالزعراء حجیہ بن عدی کی روایت آتی ہے تو ان کی کنیت ابوالزعراء سے نہیں بلکہ صرف ان کے نام حجیہ بن عدی کی صراحت سے آتی ہے۔

سنابلی صاحب مزید تاویلات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب میں ''محمد بن ابراہیم البوشنجی'' سے بھی اس کی توثیق نقل کی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ محمد بن ابراہیم البوشنجی نے ''ابوالزعراء'' یعنی ''ہانی بن عبداللہ'' کی توثیق کی ہے۔''

نیز لکھتے ہیں:

> ''غالب پہلو یہ ہے کہ متعلقہ سند میں ''ابوالزعراء'' سے مراد ''ہانی بن عبداللہ'' ہیں اور انہیں کی توثیق محمد بن ابراہیم البوشنجی نے کی ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

> ''اور یہ ترجیح نہ مانی جائے تو یہاں دونوں میں کسی کا نام متعین نہیں اس لیے محمد بن ابراہیم البوشنجی کی توثیق کو کسی پر بھی فٹ نہیں کیا جا سکتا۔''

عرض ہے کہ جب امام برقانی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ نے ابوالزعراء کی صریح تعیین حجیہ بن عدی سے کر کے ہر طرح کے شبہ کو رفع کر دیا ہے تو موصوف کی 'حقیقت، غالب پہلو یا ذاتی ترجیح ان ائمہ کی صریح نص کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے؟!

سنابلی صاحب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بارے لکھتے ہیں:

''حافظ ابن حجر رحمہ اللہ غالبا امام برقانی کے استدلال سے متاثر ہو گے اور محمد بن ابراہیم البوشنجی کی توثیق کو جیہ بن عدی سے متعلق سمجھ لیا۔''

محترم کے خیال میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تو ''غالبا'' امام برقانی سے متاثر ہو گئے، لیکن خود اپنی تاویلات پر بھی مطمئن نہیں ہیں۔

④ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) نے ان کی حدیث کو ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

(سنن التّرمذي : 1503)

سنابلی صاحب نے اس پر اعتراض کیا ہے امام ترمذی تصحیح میں متساہل ہیں۔

عرض ہے کہ یہ اعتراض تب درست تھا جب امام ترمذی منفرد ہوتے، یہاں تو دوسرے ائمہ بھی ان کے ساتھ ہیں، لہٰذا یہاں تساہل کا اعتراض مردود ہے، جیسا کہ شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے بھی فرمایا ہے۔

(توضیح الکلام، ص:364)

لہٰذا سنابلی صاحب کا امام ترمذی پر تساہل کی بات کرنا درست نہیں، کیوں کہ وہ جیہ بن عدی کی توثیق میں منفرد نہیں ہیں۔

⑤ امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۳۰۷ھ) نے ان کی حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(المنتقٰی من السنن المسندة، ح : 360)

⑥ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) نے ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(صحیح ابن خزیمة : 2914)

اس کا جواب سنابلی صاحب یہ دیتے ہیں کہ ابن سعد، علی بن مدینی، ابو حاتم اور ابن عساکر کے کلام کے سامنے اس توثیق ضمنی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

عرض ہے کہ امام ابن خزیمہ اس توثیق میں منفرد نہیں ہیں، بلکہ جمہور محدثین ان

کے ساتھ ہیں۔

⑥ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) نے ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(صحيح ابن حبّان : 5920)

سنابلی صاحب کے اعتراض کا خلاصہ یہ کہ ثقات ابن حبان میں ''حجیہ بن عدی'' نام کے دو راوی ہیں، اس لیے معلوم نہیں کہ انہوں نے کس کی روایت کو صحیح کہا ہے۔

عرض ہے کہ سنابلی صاحب ''ابوالحویرث عبدالرحمٰن بن معاویہ'' کے بارے لکھتے ہیں کہ اسے ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (یزید بن معاویہ، ص:681)

حالانکہ ثقات ابن حبان میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے نام سے دو ناموں کا ذکر کیا ہے۔(الثقات : 5/104، 7/87)

اور ابن حبان نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کی حدیث کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔

(صحيح ابن حبان : 883)

لہٰذا سنابلی صاحب جو جواب ''عبدالرحمٰن بن معاویہ'' کے بارے دیں گے وہی حجیہ بن عدی کے بارے سمجھ لیں۔ فافهم

⑦ امام حاکم رحمہ اللہ (۴۰۵ھ) نے ان سے مروی سند کو صحیح ہے۔

(المستدرك مع تعليق الذهبي :5431، 7535)

اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

امام حاکم کی توثیق کو رد کرنے کے لیے سنابلی صاحب کہا کہ امام حاکم متساہل ہیں۔ اس کا جواب امام ترمذی کی توثیق کے تحت گزر چکا ہے۔

⑧ حافظ ذہبی امام ابوحاتم کے کلام کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالَ اَبُو حَاتِمٍ شِبْهُ مَجْهُولٍ لَا يُحْتَجُّ بِهِ قُلْتُ رَوٰى عَنْهُ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ وَاَبُو اِسْحَاقَ وَهُوَ صَدُوقٌ إِنْ شَاءَ

اللّٰہُ قَدْ قَالَ فِیهِ الْعِجْلِیُّ ثِقَةٌ .

''ابوحاتم نے کہا یہ مجہول جیسا کہ اس سے دلیل نہیں لی جائے گی۔ میں (حافظ ذہبی) کہتا ہوں کہ اس سے حکم، سلمہ بن کھیل اور ابواسحاق نے روایت کی ہے اوران شاءاللہ یہ صدوق راوی ہے عجلی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔''(میزان الاعتدال :466/1)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے اس حکم کے بارے سنابلی صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ یہ تمریض کا صیغہ ہے جو بالجزم فیصلہ کا درجہ نہیں رکھتا۔

عرض ہے کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی صوفی وضاع ومتہم بالکذب کے بارے امام بیہقی سے مروی یہ قول (إِنْ شَاءَ اللّٰہُ لَا یَتَعَمَّدُ) بالجزم فیصلہ کا درجہ رکھتا ہے یانہیں؟ بلکہ سنابلی صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''اس لئے راجح بات ان شاءاللہ یہی ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ والی جس روایت میں معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے نام کی صراحت ہے وہ شاذ یعنی ضعیف ہے۔''(ماہنامہ اہل السنہ،شمارہ:65،ص:26)

مؤدبانہ عرض ہے کہ کیا اس روایت پر ضعف کا حکم بالجزم ہے؟!

⑨ امام بغوی رحمہ اللہ نے ان کی حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

(شرح السنة : 1577)

اس پر اعتراض ہے کہ امام بغوی کا حسن صحیح کہنا متن کے لحاظ سے ہے نہ کہ جحیہ والی سند کے لحاظ سے۔

عرض ہے کہ امام بغوی کا ''عبدالرحمٰن بن معاویہ'' کی حدیث کے بارے ''حسن'' کہنا کس لحاظ سے ہے؟ (یزید بن معاویہ،ص:682)

⑩ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ان کی حدیث کو حسن کہا ہے۔

(التّمهيد : 172/20)

⑪ امام ابن القطان رحمہ اللہ فاسی نے ان کو ثقہ ثابت کیا ہے اور اس پر امام ابو حاتم کے کلام کا زبردست جواب دیا ہے۔(بيَان الوهم والإيهام : 371/5)

اور امام فاسی کے جواب کو سنابلی صاحب نے بڑے غلط طریقے سے رد کرنے کی کوشش کی ہے۔

⑫ حافظ ضیا مقدسی رحمہ اللہ نے ان کی روایت کو صحیح کہا ہے۔

(الأحاديث المختارة : 411)

اس پر اعتراض کیا گیا کہ ضیاء مقدسی نے امام ابو حاتم کا قول بھی نقل کر رکھا ہے۔
عرض ہے کہ ضیاء مقدسی نے اس کے ساتھ امام ترمذی کی تصحیح و تحسین بھی نقل کر رکھی ہے۔

⑬ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے ثقہ کہا ہے۔

(مصباح الزُجاجة :106/1)

⑭ ابن خلفون رحمہ اللہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(إكمال تهذيب الكمال : 10/4)

سنابلی صاحب کہتے ہیں کہ ابن خلفون نے ثقات میں اس راوی کی کنیت ''ابو الزعراء'' بتائی ہے اور اس راوی کا ترجمہ و تعارف کرتے وقت محدثین ان کی کنیت ذکر نہیں کرتے۔

عرض ہے کہ امام مسلم اور امام ابن مندہ نے بھی حجیہ کے ترجمہ میں اس کی کنیت ''ابو الزعراء'' ذکر کی ہے۔

(الكنى والاسماء :346/1، فتح الباب فى الكنى والالقاب، ص : 338)

۱۵۔ حافظ ابن حجر نے صدوق یخطیء کہا ہے۔(تقريب التهذيب، ص : 154)

اور شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایسے راوی کی روایت درجہ حسن سے کم نہیں ہوتی۔'' (توضیح الکلام، ص:417)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں حجیہ کی حدیث پر سکوت کیا ہے۔

(فتح الباري : 12/99)

اور یہ سکوت سنابلی صاحب کے نزدیک راوی کی توثیق ہوتا ہے۔(ایام قربانی اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم، ص: ۲۸)

اب سنابلی صاحب کہتے ہیں کہ ابن حجر کی نظر میں حجیہ بن عدی ضعیف ہے۔

(چار دن قربانی کتاب وسنت کی روشنی میں، ص:215)

عرض ہے کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سے رجوع کر لیا تھا، کیوں کہ التقریب اور فتح الباری، لسان المیز ان کے بعد کی ہیں، چنانچہ سنابلی صاحب امام اعمش کے بارے لکھتے ہیں:

''حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات میں انہیں دوسرے طبقے میں رکھا ہے، لیکن یاد رہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سے رجوع کر لیا ہے، کیوں ''النکت'' میں آپ نے امام اعمش رحمہ اللہ کو تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے۔''

دکتور عواد سے حوالے سے لکھتے ہیں:

''حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات میں انھیں دوسرے طبقے میں رکھا ہے تو یہ ان کا سہو ہے اور نکت میں انہوں نے درست بات لکھی ہے اور وہی معتبر ہے کیوں کہ نکت کو حافظ ابن حجر نے طبقات کے بعد تصنیف کیا ہے۔'' (یزید بن معاویہ، ص:395)

۱۶۔ علامہ عینی نے ان کی ایک سند کو صحیح کہا ہے۔

(نخب الأفكار : 12/500)

۱۷۔ علامہ ابن الوزیر نے ان کی ایک سند کو حسن کہا ہے۔

(العواصم والقواصم : 3/18)

اس توثیق کو رد کرنے کے لیے سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''ابن الوزیر رحمہ اللہ کی حسن قرار دی گئی اس سند میں ''ابن ابی لیلیٰ''
مشہور ضعیف راوی ہے، پھر بھی ابن الوزیر رحمہ اللہ کا اس سند کو تحسین کرنا
اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یہاں وہم اور تسامح کا شکار ہو گئے ہیں۔''

(چار دن قربانی کتاب وسنت کی روشنی میں، ص:245)

عرض ہے کہ امام دارقطنی نے ''سماک عن عکرمہ'' سند کو حسن صحیح کہا ہے، جسے سنابلی صاحب نے سماک کی توثیق شمار کیا ہے۔ (انوار البدر، ص:۲۸۸) حالانکہ ''سماک عن عکرمہ'' سلسلہ سند ضعف میں مشہور ہے، کیا یہ وہم اور تسامح نہیں؟ امید ہے موصوف سمجھ گئے ہوں گے۔

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''امام زیلعی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۶۲) نے کہا:

''حجیہ بن عدی کے بارے میں ابو حاتم نے کہا: یہ مجہول جیسا ہے۔''

(ایام قربانی اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم مع اشکلات کا ازالہ، ص:31)

عرض ہے کہ علامہ زیلعی حجیہ کی ایک روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالَ التِّرْمِذِيُّ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيحِهِ ... وَالْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَصَحَّحَ إِسْنَادَهُ .

''امام ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن صحیح کہا ہے، امام ابن حبان نے
اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔''

(نَصْب الراية : 214/4)

١٨۔ علامہ عبیداللہ مبارک پوری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(مِرعاة المفاتيح : 96/5)

١٩۔ فضیلۃ الشیخ علامہ ارشادالحق اثری حفظہ اللہ کے نزدیک بھی حجیہ بن عدی ثقہ و صدوق راوی ہے۔(تعليق مسند أبي يعلى :195/1، ح : 328)

٢٠۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهُوَ مُخْتَلَفٌ فِيهِ وَهُوَ حَسَنُ الْحَدِيثِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ .

''مختلف فیہ ہے، لیکن ان شاءاللہ حسن الحدیث راوی ہے۔''

(الصحيحة : 57/2)

٢١۔ شیخ ابواسحاق حوینی فرماتے ہیں:

وَهُوَ صَدُوقٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ .

''حجیہ بن عدی ان شاءاللہ صدوق راوی ہے۔''

(غوث المكدور : 190/3)

٢٢،٢٣۔ دکتور شعیب ارناؤوط، عادل مرشد اور ان کے رفقاء مسند احمد کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

حُجَيَّةُ بْنُ عَدِيٍّ حَسَنُ الْحَدِيثِ .

''حجیہ بن عدی حسن الحدیث راوی ہے۔

(مُسند الإمام أحمد، تحت : 826)

٢٤۔ شیخ حسین سلیم اسد نے بھی حجیہ بن عدی سے مروی حدیث کی سند کو حسن کہا ہے۔(مُسند أبي يعلىٰ :279/1، ح : 333)

٢٥۔ علامہ احمد شاکر نے حجیہ بن عدی سے مروی مسند احمد (ح:٨٢٢،٨٢٦،

۱۰۲۱،۱۰۲۲،۱۳۰۸،۱۳۱۱) کی اسانید کو صحیح قرار دیا ہے۔

حاصلِ کلام یہ کہ جمہور ائمہ کی توثیق کے مقابلے میں صرف تین محدثین امام ابن سعد، امام علی بن مدینی، امام ابو حاتم رحمہم اللہ سے جحیہ بن عدی کے بارے «لَيْسَ بِذَاكَ، لَمْ يُعْرَفْ، شَيْخٌ لَايُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ شَبِيهٌ بِالْمَجْهُولِ» جیسے الفاظ سے ایسے راوی کا ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

۲۶۔ علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''باقی رہا جحیہ بن علی (عدی از ناقل) وہ بھی ثقہ ہے دیکھو میزان الاعتدال کی پوری عبارت یہ ہے... معترض کی چالا کی دیکھو کہ فقط لفظ مجہول کو اس نے نقل کر دیا اور ذہبی نے جو اس کا جواب دیا ہے اس سے بالکل سکوت کر گیا پس ثابت ہوا کہ جحیہ بن عدی ثقہ ہے۔''

(فتاوی شمس الحق عظیم آبادی، ص:263، 264)

یاد رہے کہ پہلے سنابلی صاحب نے امام عجلی، امام ابن حبان اور ابن خلفون کی توثیق کو مان لیا تھا۔(ایام قربانی اور اثار صحابہ رضی اللہ عنہم مع اشکالات کا ازالہ، ص:32، 33)

حماد بن سلمہ کے اختلاط کا مسئلہ

حماد بن سلمہ کے اختلاط کے بارے میں سنابلی صاحب نے لکھا ہے کہ ان کے نزدیک یہ مسئلہ اس سند کے لیے علت نہیں، ہماری تحقیق کے مطابق بھی حماد بن سلمہ کی وجہ سے یہ سند ضعیف نہیں ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ فِي أَوَّلِ أَمْرِهِ وَآخِرِ أَمْرِهِ وَاحِدٌ.

''حماد بن سلمہ کی حدیث کا معاملہ شروع سے آخر تک ایک ہی رہا ہے۔''

(تاريخ ابن مَعين برواية الدُّوري : 4/312)

ثابت ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے تین دن قربانی والے اثر کی سند ''حسن'' ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے چار دن قربانی والا بے سند قول

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

اَلْأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهٗ .

''ایام معلومات سے مراد یوم نحر اور اس کے بعد تین دن ہیں۔''

(كنز العُمَّال لعلي المتقي الهندي : 2/471)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تین دن قربانی والی ثابت شدہ روایت کے مقابلہ میں بے سند قول کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں۔

خود موصوف سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت کے بارے لکھتے ہیں:

''امام سیوطی نے اس کی سند ذکر نہیں کی ہے اور بے سند باتیں حجت نہیں ہوتیں۔'' (انوار البدر، ص:619)

مزید لکھتے ہیں:

''عرض ہے کہ قتادہ کی یہ روایت مرسل ہے نیز اس کی سند کا بھی کوئی پتہ نہیں ہے علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے در منثور سے نقل کیا ہے موصوف خود اس کی سند اور اصل مرجع سے واقف نہیں ہو سکے، اور ہمیں بھی عبد بن حمید کی مطبوعہ کتابوں میں یہ روایت نہیں مل سکی۔ غور فرمائیں کہ یہ روایت ایک تو ویسے ہی مرسل یعنی ضعیف ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس کی سند کا ہی کوئی اتہ پتہ نہیں تو اسے شواہد میں کیسے لے سکتے ہیں کیوں کہ ممکن ہے کہ سند سخت ضعیف اور سخت ضعیف روایت شواہد میں

کسی کہ یہاں بھی نہیں لی جاسکتی اس لئے کسی بھی روایت کو شواہد میں لینے سے قبل یہ ثابت ہونا ضروری ہے کہ اس میں ہلکا ضعف ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔'' (ماہنامہ اہل السنہ، شمارہ:24، ص:26)

علامہ غازی عزیر صاحب فرماتے ہیں:

''حالانکہ کسی حدیث کا بلاسند وارد ہونا عندالمحدثین بذات خود ایک علت ہے۔'' (ضعیف احادیث کی معرفت، ص:370)

③ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اَلنَّحْرُ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ وَأَفْضَلُهَا يَوْمُ النَّحْرِ .

''یوم نحر (دس ذوالحجہ) کے بعد قربانی دو دن ہے افضل پہلا دن ہے۔''

(أحكام القرآن للطّحاوي : 2/205، ح :1571، وسندهٗ حسنٌ)

سنابلی صاحب نے اس اثر میں دو علتیں پیش کی ہیں۔

پہلی علت

امام شعبہ رحمہ اللہ نے منہال بن عمرو کی روایات کو ترک کر دیا تھا اور ان کی تمام روایات سے بری ہو گے تھے۔

دوسری علت

منہال بن عمرو ''متکلم فیہ'' ہے۔

عرض ہے صحیح وحسن روایت کو بلاوجہ ''متکلم فیہ'' اور ثقہ وصدوق راوی کے تفرد کا بہانہ بنا کر رد کر دینا کسی طرح درست نہیں ہے، اور محترم سنابلی صاحب نے یہی طریقہ ''سعید بن جمهان'' کے ساتھ اختیار کر کے خلافت راشدہ تیس سال والی صحیح روایت کو رد کر دیا

ہے۔

خود سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) نے اپنی کتاب ''لسان المیزان'' کے بارے میں کہا:

وَمَنْ كَتَبْتُ قُبَالَتَهُ : (صح) فَهُوَ مِمَّنْ تُكُلِّمَ فِيهِ بِلَا حُجَّةٍ .

''میں اس کتاب میں جس راوی سے پہلے ''صح'' لکھوں گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس پر بلا حجت کلام کیا گیا ہے۔''

(چار دن قربانی کتاب وسنت کی روشنی میں، ص:215)

عرض ہے کہ حافظ ابن حجر نے منہال بن عمرو سے پہلے بھی ''صح'' کی علامت لگا کر ثابت کیا ہے کہ اس پر جرح بلا دلیل ہے۔(لسان المیزان، 9/430)

حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ ایک روایت کے بارے فرماتے ہیں:

رِجَالُ هٰذَا الْحَدِيثِ ثِقَاتٌ وَلَمْ يُنْقَلْ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو شَيْءٌ يُجَرِّحُهُ .

''اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور منہال بن عمرو کے بارے کوئی ایسی (قابل اعتبار) بات منقول نہیں جو ان کو مجروح کردے۔''

(إحكام النظر، ص : 356)

حافظ فاسی رحمہ اللہ کا قول مبنی بر حقیقت ہے کہ منہال بن عمرو پر کوئی قابل اعتبار جرح نہیں کہ جس کی وجہ سے منہال کی حدیث کو ترک کیا جائے۔

محترم سنابلی صاحب پہلی علت کے تحت لکھتے ہیں:

''اس روایت کو امام شعبہ رحمہ اللہ نے منہال بن عمرو کے طریق سے روایت کیا ہے اور امام شعبہ نے خود ان کی روایت کو ترک کردیا تھا۔

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۸) نے کہا:

أَتٰى شُعْبَةُ الْمِنْهَالَ بْنَ عَمْرٍو فَسَمِعَ صَوْتًا فَتَرَكَهُ.

''امام شعبہ رحمہ اللہ منہال بن عمرو کے پاس آئے تو ایک آواز سنی جس کے بعد امام شعبہ رحمہ اللہ نے انہیں ترک کر دیا...ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آواز ستار (ایک قسم کے باجے) کی تھی۔''

امام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَقِيتُ نَاجِيَةَ الَّذِي رَوٰى عَنْهُ أَبُو إِسْحَاقَ فَرَأَيْتُهُ يَلْعَبُ بِالشِّطْرَنْجِ فَتَرَكْتُهُ فَلَمْ أَكْتُبْ عَنْهُ ثُمَّ كَتَبْتُ عَنْ رَجُلٍ عَنْهُ قَالَ الْخَطِيبُ : أَلَا تَرٰى أَنَّ شُعْبَةَ فِي الِابْتِدَاءِ جَعَلَ لُعْبَةَ الشِّطْرَنْجِ مِمَّا يُجَرِّحُهُ فَتَرَكَهُ ثُمَّ اسْتَبَانَ لَهُ صِدْقُهُ فِي الرِّوَايَةِ وَسَلَامَتُهُ مِنَ الْكَبَائِرِ فَكَتَبَ حَدِيثَهُ نَازِلًا .

''میں اس ناجیہ سے ملا جس سے ابواسحاق روایت کرتے ہیں۔ میں نے اسے شطرنج کھیلتے ہوئے دیکھا تو اسے ترک کر دیا اور اس سے لکھنا چھوڑ دیا پھر میں نے ایک واسطے سے اس (ناجیہ) کی روایت لکھی۔ امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ شعبہ نے پہلے تو شطرنج کو سبب جرح سمجھ کر راوی کو ترک کر دیا پھر ان پر راوی کا روایت میں صدق اور کبائر سے سلامتی واضح ہوگئی تو شعبہ نے اسی راوی سے ایک واسطے کے ساتھ روایت لکھنا شروع کر دی۔''

(الكِفَاية، ص :111 ، وسندهٗ صحيحٌ)

ناجیہ کو تو امام شعبہ رحمہ اللہ نے خود شطرنج کھیلتا ہوا دیکھا، لیکن منہال کے بارے میں تو امام شعبہ رحمہ اللہ کے پاس صریح دلیل بھی نہیں تھی، محض احتمال کی بنا پر انہیں ترک کر دیا، پھر

شاگرد نے اعتراض کیا تو امام شعبہ رحمہ اللہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

سابقہ مثال کی طرح امام شعبہ نے اپنے اجتہاد سے رجوع کرتے ہوئے منہال سے روایت لے لی۔ زیر بحث روایت بھی ایک واسطے سے ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے منہال بن عمرو سے بلا واسطہ بھی روایت لی ہے۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُ وَهْبِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ شُعْبَةَ : أَتَيْتُ مَنْزِلَ الْمِنْهَالِ فَسَمِعْتُ مِنْهُ صَوْتَ الطُّنْبُورِ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَسْأَلْهُ قَالَ وَهْبٌ : فَقُلْتُ لَهٗ : فَهَلَّا سَأَلْتَهٗ عَسٰى كَانَ لَا يَعْلَمُ قَالَ شَيْخُنَا : وَهٰذَا اعْتِرَاضٌ صَحِيحٌ فَإِنَّ هٰذَا لَا يُوجِبُ قَدْحًا فِي الْمِنْهَالِ ... وَاحْتَجَّ بِهِ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهٖ بَلْ وَعَلَّقَهٗ مِنْ رِوَايَةِ شُعْبَةَ نَفْسِهٖ عَنْهُ وَوَصَلَهُ الْبَيْهَقِيُّ وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ شُعْبَةَ لَمْ يَتْرُكِ الرِّوَايَةَ عَنْهُ وَذٰلِكَ إِمَّا بِمَا لَعَلَّهٗ سَمِعَهٗ مِنْهُ قَبْلَ ذٰلِكَ أَوْ لِزَوَالِ الْمَانِعِ مِنْهُ عِنْدَهٗ.

''وہب بن جریر رحمہ اللہ امام شعبہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں منہال کے گھر کے پاس آیا تو میں نے باجے کی آواز سنی، میں واپس لوٹ گیا اور اس سے سوال نہیں کیا۔ وہب بن جریر (شعبہ رحمہ اللہ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ میں نے (اعتراض کرتے ہوئے) کہا کہ آپ نے منہال سے سوال کیوں نہ کر لیا؟! ہو سکتا ہے کہ انہیں اس بات کا علم ہی نہ ہو۔ ہمارے شیخ (ابن حجر رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ (شعبہ پر) وہب کا یہ اعتراض صحیح ہے، کیوں کہ اس سے منہال پر جرح لازم نہیں

آتی تھی...امام بخاری نے اس سے اپنی صحیح میں حجت پکڑی ہے، بل کہ خود شعبہ کی منہال سے معلق روایت بیان کی ہے اور امام بیہقی نے اسے موصولا بیان کیا ہے۔اس میں دلیل ہے کہ شعبہ نے منہال سے روایت ترک نہیں کی تھی یا تو (شعبہ کی منہال سے روایت) اس (باجے کی آواز سننے سے) پہلے کی ہے یا (اگر بعد کی ہے تو) شعبہ کے نزدیک جو سبب منہال سے روایت کرنے میں مانع تھا، وہ ختم ہو گیا تھا۔''(فتح المُغیث : 2/24، 25)

ثابت ہوا کہ امام شعبہ نے منہال بن عمرو کی روایت کو ترک نہیں کیا تھا، بلکہ اپنے اجتہاد سے رجوع کرتے ہوئے ان سے روایت لینا شروع کر دی تھی۔

وہب بن جریر کا شعبہ پر اعتراض یا حسن ظن؟

سنابلی صاحب وہب بن جریر کے امام شعبہ پر اعتراض کو بلا دلیل ''حسن ظن'' قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس حسن ظن کی امام شعبہ نے تردید نہیں کی جو دلیل ہے کہ ان کی نظر میں وجہ ضعف یہ ہے ہی نہیں۔''

عرض ہے کہ وہب بن جریر رحمہ اللہ کا یہ حسن ظن نہیں، بلکہ اعتراض تھا، جیسا کہ حافظ ابن حجر، حافظ سخاوی اور دیگر محدثین رحمہم اللہ نے «فَهَلَّا سَأَلْتَهٗ عَسٰى كَانَ لَايَعْلَمُ» کو امام شعبہ پر وہب بن جریر کا اعتراض ہی سمجھا ہے۔ وہب بن جریر نے امام شعبہ کی بیان کردہ وجہ کو درست نہ سمجھتے ہوئے اعتراض کیا، کیوں کہ احتمال تھا کہ باجے کی آواز ساتھ والے گھر سے آ رہی ہو، یا منہال اس وقت گھر میں ہی نہ ہوں، انہیں معلوم ہی نہ ہو کہ ان کے گھر میں کسی نے باجا بجایا ہے وغیرہ وغیرہ۔

خود سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''بعض راویان پر گانا، باجا وغیرہ سننے کا بھی الزام ہے، لیکن چونکہ اس سے متعلق کوئی گواہی اور ثبوت موجود نہیں ہے، اس لیے اہل فن نے اس طرح کے الزامات کو رد کر دیا ہے۔'' (یزید بن معاویہ، ص:662)

محدثین کو روایت کی تصحیح کا حق تھا یا نہیں؟

سنابلی لکھتے ہیں:

''اب اگر امام شعبہ رحمہ اللہ سے اختلاف کرتے ہوئے دیگر ائمہ کو یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ خود منہال بن عمرو سے روایات کریں یا ان کی احادیث کو قبول کریں۔ لیکن کسی کو یہ حق قطعاً حاصل نہیں کہ امام شعبہ رحمہ اللہ اپنی جن روایات کو متروک قرار دے چکے ہوں اور ان کے بیان سے رجوع کر چکے ہوں، ان روایات کو امام شعبہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے ان سے حجت پکڑی جائے۔''

سوال یہ ہے امام شعبہ نے منہال کی کن روایات کو متروک کہہ کر ان کے بیان سے رجوع کیا ہے؟ اس پر تو سرے سے کوئی دلیل ہے ہی نہیں کہ امام شعبہ نے منہال سے بیان کردہ روایات کو متروک کہہ کر ان کے بیان سے رجوع کیا ہو۔

اگر بالفرض امام شعبہ نے منہال کو متروک بھی قرار دیا ہوتا تو بھی دیگر محدثین کو حق تھا کہ امام شعبہ کی منہال سے بیان کردہ روایات سے حجت پکڑتے، کیوں کہ اس صورت میں بھی منہال کا ضعف صرف امام شعبہ کے نزدیک ہونا تھا، نہ کہ باقی ناقدین کے نزدیک بھی۔ ہاں! اگر امام شعبہ یہ کہتے کہ میں نے منہال سے جو بیان کیا تھا، سب میں مجھ سے بھول ہوئی ہے یا میں اس بیان پر مطمئن نہیں ہوں، تو واقعی ان روایات سے حجت پکڑنا

درست نہیں تھا۔

امام یحییٰ القطان رحمہ اللہ کی عبارت سے غلط مفہوم

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''امام شعبہ رحمہ اللہ نے منہال بن عمرو کی روایات صرف ترک ہی نہیں کی ہیں، بلکہ ان سے روایت کردہ اپنی احادیث کو وہ ضعیف بھی گردانتے تھے...امام یحییٰ بن سعید القطان (المتوفی ۱۹۸) نے کہا:

كَانَ شُعْبَةُ يُضَعِّفُ حَدِيثَ أَبِي بِشْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ وَقَالَ : حَدِيثُ الطَّيْرِ هُوَ حَدِيثُ الْمِنْهَالِ .

''امام شعبہ ابو بشر عن مجاہد سے مروی حدیث طیر کو ضعیف قرار دیتے تھے اور کہتے حدیث طیر منہال بن عمرو کی حدیث ہے۔'' [العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد: وصی ۱/ ۵۳۷ واسنادہ صحیح]۔''

کیا امام شعبہ منہال سے مروی اپنی روایات کو ضعیف کہتے تھے؟

عرض ہے کہ امام شعبہ نے منہال کی روایت کو ضعیف نہیں بلکہ ابو الربیع (متروک) کی ابو بشر سے مروی حدیث طیر پر انکار کیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے ملاحظہ فرمائیں:

إِنْكَارُ شُعْبَةَ رِوَايَةَ أَبِي الرَّبِيعِ عَنْ أَبِي بِشْرٍ حَدِيثَ الطَّيْرِ وَرَدُّ هُشَيْمٍ عَلَيْهِ .

''شعبہ کا ابو الربیع کی ابو بشر سے مروی حدیث طیر پر انکار اور ہشیم کا امام شعبہ پر رد۔''

حَدَّثَنَا صَالِحٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ كَانَ

شُعْبَةُ يُضَعِّفُ حَدِيثَ أَبِي بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقَالَ حَدِيثُ الطَّيْرِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَاٰى قَوْمًا نَصَبُوا طَيْرًا يَرْمُونَهٗ قَالَ شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثُ حَدِيثُ الْمِنْهَالِ وَحَدَّثَ بِهٖ أَبُو الرَّبِيعِ السَّمَّانُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ فَأَنْكَرَهٗ شُعْبَةُ فَقَالَ لَهٗ هُشَيْمٌ أَنَا سَمِعْتُهٗ مِنْ أَبِي بِشْرٍ أَيْشٍ تُنْكِرُ عَلَيْهِ .

''امام یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ امام شعبہ مجاہد سے ابو بشر کی حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے ...اور فرماتے کہ (اصوب) حدیث تو منہال (کے طریق سے مروی) ہے اور اس حدیث (حدیثِ طیر) کو ابوالربیع سمان (متروک) نے (بھی) ابو بشر سے بیان کیا ہے۔ امام شعبہ نے اس پر انکار کیا تو ہشیم نے امام شعبہ پر رد کرتے ہوئے کہا کہ میں نے بھی اس حدیث کو ابو بشر سے سنا ہے تو آپ اس پر کیوں انکار کرتے ہیں؟۔''

(مسائل الإمام أحمد برواية ابنه أبي الفضل الصالح : 449/2، وسندهٗ صَحِيحٌ)

ثابت ہوا کہ امام شعبہ نے منہال کی روایت پر نہیں، بلکہ ابوالربیع سمان متروک راوی کی روایت پر انکار کیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک وجہ ضعف منہال نہیں بلکہ ابوالربیع سمان تھا۔

امام شعبہ رحمہ اللہ کے قول «وَحَدِيثُ الطَّيْرِ هُوَ حَدِيثُ الْمِنْهَالِ» کا مطلب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی نظر میں

اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ امام شعبہ کے قول «وَحَدِيثُ الطَّيْرِ هَوَ حَدِيثُ الْمِنْهَالِ» کا صحیح معنی کیا ہے؟ جس کی وجہ سے کہا گیا کہ امام شعبہ رحمہ اللہ منہال سے بیان کردہ

روایت کوضعیف کہتے تھے، ملاحظہ فرمائیں:

قَالَ حَنْبَلُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ قَالَ يَحْيٰى قَالَ شُعْبَةُ لَمْ يَسْمَعْ أَبُو بِشْرٍ مِنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ وَكَانَ شُعْبَةُ يُضَعِّفُ حَدِيثَ أَبِي بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ : وَحَدِيثُ الطَّيرِ هُوَ حَدِيثُ الْمِنْهَالِ قَالَ : مَعْنَاهُ أَنَّ الْمِنْهَالَ بْنَ عَمْرٍو رَوٰى عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ قَدْ نَصَبُوا طَيْرًا يَرْمُونَهٗ بِالنَّبْلِ فَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ مَثَّلَ بِالْبَهَائِمِ وَرَوَاهٗ عَدِّيٌّ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ شُعْبَةُ : هُوَ حَدِيثُ الْمِنْهَالِ أَيْ هُوَ أَصْوَبُ .

’’حنبل بن اسحاق، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ امام یحییٰ القطان نے فرمایا: شعبہ نے کہا: ابو بشر نے حبیب بن ابی سالم سے نہیں سنا۔ شعبہ ابو بشر کی مجاہد سے روایت کوضعیف کہتے تھے اور فرماتے تھے: حدیث ِطیر تو منہال کی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ حدیث طیر ...کو منہال بن عمرو نے سعید بن جبیرعن ابن عمر کے طریق سے روایت کیا ہے اور عدی بن ثابت نے اس کو سعید بن جبیرعن ابن عباس کے طریق سے، تو امام شعبہ نے کہا کہ منہال (عن سعید بن جبیرعن ابن عمر طریق سے مروی) حدیث اصوب ہے۔‘‘

(تهذيب الكمال : 8/5)

امام احمد بن حنبل تو امام شعبہ کے قول کا مطلب ’’اصوب‘‘ بیان کر رہے ہیں، لیکن سنابلی صاحب بلا دلیل کہہ رہے ہیں کہ امام شعبہ منہال سے روایت کردہ اپنے طریق کو ضعیف قرار دیتے تھے، لہٰذا ((وَحَدِيثُ الطَّيْرِ هُوَ حَدِيثُ الْمِنْهَالِ)) سے یہ مفہوم کشید

کرنا کہ امام شعبہ منہال سے اپنی بیان کردہ احادیث کوضعیف کہتے تھے امام احمد بن حنبل کے بیان کردہ مفہوم کے مقابلہ مردود ہے۔ الغرض امام شعبہ دوسرے طرق کے مقابلہ میں منہال کی حدیث کو ہی 'اصوب' کہتے تھے، لہٰذا یہ کہنا کہ تین دن قربانی والا اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما شعبہ کے طریق سے ہے اور امام شعبہ نے منہال کے طریق سے بیان کردہ اپنی روایات کوضعیف قرار دیا ہے، بلا دلیل بات ہے۔

سنابلی صاحب ''امام بخاری کا شعبہ رحمہ اللہ کے طریق سے منہال کی روایت سے اجتناب'' کے تحت لکھتے ہیں:

''شاید یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں میں منہال بن عمرو کی مسند روایت شعبہ کی طریق سے درج نہیں کی ہے، مثلا حدیث نمبر (۵۵۱۵) کے تحت امام بخاری نے منہال بن عمرو کی حدیثِ طیر کو مسندا، ابوبشر کے طریق سے روایت کیا ہے نہ کہ شعبہ کے طریق سے۔ اس کے بعد شعبہ کی روایت کو تعلیقاً ذکر کیا ہے، یعنی اسے اصل کتاب کا حصہ نہیں بنایا۔ حالانکہ شعبہ یہ ابوبشر سے زیادہ اوثق ہیں، نیز شعبہ کی یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے پاس عالی سند سے یعنی ایک واسطے سے ہے اور مسلسل بالسماع ہے، جیسا کہ خود انھوں نے اپنی ''تاریخ'' (۱/۲۰۶، ط العثمانیۃ) میں مختصراً روایت کیا ہے، جبکہ ابوبشر کی سند نازل ہے، یعنی دو واسطوں سے ہے۔ معلوم ہوا کہ شعبہ کی سند سے منہال بن عمرو کی روایت مخدوش اور امام شعبہ کی نظر میں متروک ہے۔'' (چار دن قربانی قرآن وسنت کی روشنی میں، ص: 193)

عرض ہے کہ موصوف کی یہ ساری تقریر غلط ہے۔ دیکھیں شیخ محمد بن علی بن آدم

الاثیوبی کی شرح صحیح مسلم (البحر المحیط الثجاج :۳۰۳/۳۳) جن کے بارے سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''عصر حاضر میں صحیح مسلم، سنن نسائی اور سنن اربعہ وغیرہ کے شارح اور مختلف علوم کے ماہر۔'' (چاردن قربانی قرآن وسنت کی روشنی میں، ص:167)

سنابلی صاحب منہال کے بارے لکھتے ہیں:

''یہ گرچہ صدوق ہیں بخاری کے رجال میں سے ہیں مگر متکلم فیہ ہیں متعدد محدثین نے ان پر کلام کیا ہے اور ضعفاء کے مؤلفین نے انہیں ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔'' (چاردن قربانی کی مشروعیت، ص:53)

لیکن دوسری جگہ ایک راوی کے بارے لکھتے ہیں:

''بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابن الجارود اور ابن الجوزی نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محض ضعفاء والی کتب میں ذکر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضعفاء کے مؤلفین کی نظر میں وہ راوی ضعیف ہے۔'' (انوار البدر، ص:194)

عرض ہے کہ جب ضعفا والی کتب میں کسی راوی کا ہونا اس کے ضعف کی دلیل نہیں تو محترم سنابلی صاحب منہال بن عمرو کے بارے یہ لکھ کر کہ ''ضعفاء مؤلفین نے انہیں ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔'' کیا تاثر دینا چاہتے ہیں؟

منہال پر ابن حزم رحمہ اللہ کا کلام

① ابن حزم نے منہال کو ''متکلم فیہ'' کہا ہے۔ (المُحلّٰی : 40/6)

سنابلی صاحب امام علی بن مدینی کی طرف منسوب جرح ''مطعون فیہ''

کے بارے لکھتے ہیں:

''یہ جرح غیر مفسر ہے اور دیگر کبار محدثین کی توثیق کے خلاف ہے۔''

(انوار البدر، ص:194)

عرض ہے کہ ''متکلم فیہ'' کے بارے کیا خیال ہے؟ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بالکل درست فرمایا ہے کہ منہال پر کلام بلا دلیل ہے۔

② اور ایک جگہ ''لیس بالقوی'' لکھا ہے۔(المُحَلّٰی :42/1)

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''امام ابن حزم رحمہ اللہ کی یہ جرح حفظ کے لحاظ سے ہی ہے۔''

(چار دن قربانی کتاب وسنت کی روشنی میں، ص:195)

دوسری طرف سنابلی صاحب ایک راوی پر جرح کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عرض ہے کہ ''لیس بالقوی'' کی جرح قادح نہیں ہے اور اس سے راوی کا عام معنی میں ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا...الغرض امام دارقطنی رحمہ اللہ کے اس دوسرے قول سے معلوم ہوا کہ ضعیف کہنے سے امام دارقطنی رحمہ اللہ کی مراد حافظے میں معمولی کمی بتانا ہے نہ کہ عام معنی میں ضعیف بتانا۔''(مسنون تراویح،ص:137)

عرض ہے کہ منہال بن عمرو جس پر جرح ہی بلا دلیل ہے، چونکہ سنابلی صاحب نے اسے متکلم فیہ بنا کر اپنا مطلب نکالنا ہے اس لیے ''لیس بالقوی'' یہ حافظہ پر جرح ہے اور قادح جرح ہے، اور دوسری طرف ''لیس بالقوی'' جرح نہیں، صرف حافظہ کی معمولی کمی!

ایک راوی کے بارے امام ابن عدی نے ''لیس بالقوی فی الحدیث'' کہا اس کے باوجود سنابلی صاحب لکھتے:

''معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام رواۃ ثقہ ہیں، والحمد اللہ۔''

(یزید بن معاویہ،ص:634،635)

عرض ہے کہ محترم سنابلی صاحب منہال کو کیوں ''متکلم فیہ'' بنانے کے چکروں میں ہیں؟!

اب بات کر لیتے ہیں ابن حزم کے کلام کی تو عرض ہے کہ جن باتوں کو ابن حزم رحمہ اللہ نے بنیاد بنایا ہے، ان میں سے ایک تو امام شعبہ کی غیر مؤثر جرح ہے، جس کی تفصیل سے وضاحت ہو چکی ہے، جب کہ دوسری کی سند ہی صحیح نہیں؛ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

حافظ ابن حزم کی پہلی بنیاد؛ امام شعبہ کی جرح

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَیْسَ بِالْقَوِيِّ تَرَکَهٗ شُعْبَةُ .

''یہ القوی نہیں ہے اس کو شعبہ نے ترک کر دیا تھا۔''

(الفِصَل في المِلَل والأهواء والنِحَل : 57/4)

امام شعبہ رحمہ اللہ کی جرح پر بحث گزر چکی ہے کہ وہ سرے سے جرح نہیں۔

دوسری بنیاد؛ مغیرہ بن مقسم کی بے سند جرح

ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رُوِيَ عَنِ الْمُغِیرَةِ بْنِ مِقْسَمٍ أَنَّهٗ قَالَ : لَمْ یَثْبُتْ لِلْمِنْهَالِ شَهَادَةٌ فِي الْإِسْلَامِ .

''مغیرہ بن مقسم سے مروی ہے انہوں کے کہا منہال کی اسلام میں گواہی ثابت نہیں ہوتی۔''(المحلی : 216/9)

عرض ہے کہ حافظ ابن حزم نے مغیرہ بن مقسم تک کوئی سند بیان نہیں کی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَي بْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ بِسَنَدٍ لَّهٗ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ مِقْسَمٍ ... قُلْتُ وَهٰذِهِ الْحِكَايَةُ لَا تَصِحُّ لِأَنَّ رَاوِيَهَا مُحَمَّدَ بْنَ عُمَرَ الْحَنَفِيَّ لَا يُعْرَفُ.

''ابن ابی خیثمہ نے مغیرہ بن مقسم سے اپنی سند کے ساتھ اس حکایت کو ذکر کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں کیوں کہ اس کا راوی محمد بن عمر حنفی مجہول ہے۔'' (فتح الباري :446/1)

جب ابن حزم کی جرح کی بنیاد ہی صحیح نہیں تو جرح بھی درست نہ ہوئی۔ خود حافظ ابن حزم نے شعبہ عن المنہال بن عمرو طریق کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔

(المحلی : 349/3)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کا کلام

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے کہا:

قَدْ ضَعَّفَهٗ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ : لَا يَجُوزُ الِاحْتِجَاجُ بِهٖ.

''یحیٰی بن معین نے منہال کو ضعیف کہا ہے اور ابن حبان نے کہا کہ اس سے حجت نہیں لی جائے گی۔'' (العلل المتناهية :292/1)

عرض ہے کہ ان میں سے ایک بھی جرح ثابت نہیں، بلکہ اس کے برخلاف ثابت ہے، چنانچہ امام یحیٰی بن معین رحمہ اللہ منہال بن عمرو کے بارے فرماتے ہیں:

اَلْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو ثِقَةٌ.

''منہال بن عمرو ثقہ ہے۔''

(تاريخ ابن مَعين برواية الدُّوري : 3/407)

خود ابن الجوزی بھی فرماتے ہیں:

وَقَالَ يَحْيٰى : ثِقَةٌ .

''یحیٰی بن معین نے کہا منہال ثقہ ہے۔''

(الضعفاء والمتروكون : 3/441)

امام ابن حبان کی جرح ثابت ہی نہیں، اس کے برخلاف امام ابن حبان نے شعبہ عن منہال بن عمرو سے مروی حدیث کو اپنی صحیح میں جگہ دی ہے۔

(صحيح ابن حِبّان : 5617)

لہٰذا ابن معین اور ابن حبان کی ثابت شدہ توثیق کے خلاف اس طرح کے غیر ثابت حوالے غیر مسموع ہیں۔

ان تمام دلائل سے روز روشن کی طرح یہ بات عیاں ہوگی ہے کہ منہال بن عمرو ثقہ ہیں، بلکہ ان پر ''ربما وہم'' والا کلام بھی بلا دلیل ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ منہال بن عمرو کے بارے فرماتے ہیں:

اَلْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو تُكُلِّمَ فِيهِ بِلَا حُجَّةٍ .

''منہال بن عمرو پر بلا دلیل جرح کی گی ہے۔''

(هُدَى السّاري :1/464)

تحریر تقریب التہذیب کے مؤلفین بشار عواد اور شعیب ارناؤوط نے بھی لکھا ہے:

بَلْ ثِقَةٌ فَقَدْ وَثَّقَهُ الْأَئِمَّةُ : ابْنُ مَعِينٍ وَالنَّسَائِيُّ وَالْعِجْلِيُّ وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ وَلَمْ يُجَرَّحْ بِجَرْحٍ حَقِيقِيٍّ فَقَدْ رُوِيَ عَنْ شُعْبَةَ أَنَّهُ تَرَكَهُ عَنْ عَمْدٍ لِأَنَّهُ سَمِعَ مِنْ دَارِهِ صَوْتَ قِرَاءَ ةٍ بِالتَّطْرِيبِ أَوْ غِنَاءٍ فِيمَا قِيلَ وَهٰذَا كُلُّ الَّذِي قِيلَ فِيهِ

فَكَانَ مَاذَا؟ وَلِذٰلِكَ أَخْرَجَ لَهُ الْبُخَارِيُّ فِي الصَّحِيحِ .

''(منہال صدوق ربما وہم نہیں) بلکہ ثقہ ہیں، ابن معین، نسائی، عجلی اور ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے ان پر کوئی حقیقی جرح نہیں ہوئی۔ شعبہ سے مروی ہے کہ انہوں نے منہال کو عمداً چھوڑ دیا تھا کیوں کہ شعبہ نے ان کے گھر سے ترنم سے قرات یا گانے کی آواز سنی تھی، ان کے بارے سب (غیر مؤثر جروحات) یہ کیا ہیں؟ (ان کی کچھ بھی حیثیت نہیں ہے) یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان کی روایت کو جگہ دی ہے۔'' (تحریر تقریب التھذیب : 3/421)

ضعف کے دو قرینے!؟

محترم سنابلی صاحب نے منہال بن عمرو سے مروی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے زیر بحث اثر کو مشکوک و غیر معتبر ثابت کرنے لیے دو قرینے پیش کیے ہیں۔

پہلا قرینہ

① چار دن قربانی والا اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ

② سکوت ابن حجر رحمہ اللہ

سکوت ابن حجر کے بارے علامہ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''حنفی اصول یہ ہے کہ حافظ ابن حجر اگر فتح الباری بلکہ التلخیص میں کوئی حدیث ذکر کر کے خاموشی اختیار کریں تو وہ روایت کم از کم حسن درجہ پر ہے اور قابل قبول ہے۔'' (تنقیح الکلام، ص: 92، 93)

مزید لکھتے ہیں:

''ہم توضیح (ج ا ص ۲۱۲، ۳۳۸) میں حنفی اکابرین کے حوالے سے نقل

کرآئے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ فتح الباری میں حافظ ابن حجر جس روایت پر خاموشی اختیار کریں وہ صحیح یا حسن ہے۔'' (تنقیح الکلام، ص:334)

نیز سکوت ابن حجر کا سہارا لینے والے کو فرمایا:

''مگر امر واقع ہے کہ یہ محض طفل تسلی ہے۔'' (اعلاء السنن فی المیزان، ص:76)

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حقیقت

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

اَلْأَضْحٰی ثَلَاثَۃُ أَیَّامٍ بَعْدَ یَوْمِ النَّحْرِ .

''قربانی یوم النحر کے بعد تین دن ہے۔''

(السنن الکبرٰی : 499/9، ح : 19247)

یہ اثر سخت ضعیف بلکہ من گھرٹ ہے کیوں کہ طلحہ بن عمرو مکی حضرمی سخت ضعیف و متروک و کذاب ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا شَيْءَ مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ .

''اس کی کوئی حیثیت نہیں، یہ متروک الحدیث ہے۔''

(العلل ومعرفۃ الرّجال لأحمد بروایۃ ابنہ عبد اللّٰہ :411/1)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِمَّنْ يَرْوِي عَنِ الثِّقَاتِ مَا لَيْسَ مِنْ أَحَادِيثِهِمْ لَا يَحِلُّ كِتَابَةُ حَدِيثِهٖ وَلَا الرِّوَايَةُ عَنْهُ إِلَا عَلٰی جِهَةِ التَّعَجُّبِ .

''یہ ان راویوں میں سے ہے جو ثقہ راویوں کی وہ احادیث روایت

کرتے ہیں جو ان بیان کردہ نہیں ہوتیں۔ اس کی حدیث لکھنا اور روایت کرنا جائز نہیں مگر از راہ تعجب۔''(المجروحین :382/1)

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''طلحہ رسوا کن کذب کی وجہ سے مشہور ہے...طلحہ بن عمرو مکی کذاب ہے ...یہ جھوٹ کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے ...جھوٹ بولنے کی وجہ سے مشہور ہے۔''(المُحَلّٰی : 49/6، 171/7، 414/8، 237/12)

علامہ سید بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ ایک روایت کے بارے فرماتے ہیں:

''اس کی سند میں طلحہ بن عمرو ہے ...اس کو ائمہ احمد، بخاری، نسائی نے متروک الحدیث کہا ہے ...اور ایسے راوی کی روایت کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہوتی خواہ احتجاجا ہو خواہ استشہادا۔''

(مقالات راشدیہ:2/ 207)

لیکن سنابلی صاحب زیر بحث اثر کے بارے لکھتے ہیں:

''اس کی سند ضعیف ہے لیکن اسی مفہوم کی بات ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعدد سندوں سے منقول ہے جس سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے۔''(چار دن قربانی کی مشروعیت، ص:34)

عرض ہے کہ اس اثر کی سند ضعیف نہیں بلکہ سخت ضعیف ہے۔

سوال ہے کہ طلحہ بن عمرو حضرمی کی سند کو صرف ''ضعیف'' لکھنا کس ضرورت کے لیے ہے؟ کیا اس لیے کہ اگر اس اثر کو سخت ضعیف و من گھڑت مان لیا تو تائید میں کیا پیش کریں گے؟ اسی لیے محترم سنابلی صاحب نے اس اثر کو صرف ''ضعیف'' کہنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔

سنابلی صاحب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے سکوت (طفل تسلی) کا سہارا لیتے ہوئے

لکھتے ہیں:

’’حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲) نے کہا:

قَدْ رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ الْمَعْلُومَاتِ يَوْمُ النَّحْرِ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ ....

امام ابن ابی شیبہ نے ایک دوسری سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے جن دنوں میں قربانی کا حکم دیا ہے) ان معلوم دنوں سے مراد یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) کے بعد تین دن (۱۱،۱۲،۱۳ ذی الحجہ کے دن) ہیں...حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ابن ابی شیبہ کی کتاب سے مذکورہ بالا روایت نقل کی ہے اور اس کی تضعیف نہیں کی ہے جس سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی نظر میں یہ سند صحیح ہے۔‘‘

(قربانی چار دن کی مشروعیت، ص:34، 35)

عرض ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس اثر پر سکوت کیا ہے، لیکن اس کی سند کا کوئی اتہ پتہ نہیں ہے اور بے سند باتیں حجت نہیں ہوتیں (انوار البدر، ص:۲۱۹) اور سنابلی صاحب کو اس بات کا بھی اقرار ہے کہ بے سند روایت سخت ضعیف بھی ہو سکتی ہے۔ بالفرض اگر حافظ ابن حجر نے ابن ابی شیبہ کی جو سند حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے پیش کی اس پر سکوت کیا ہے تو اس کی کیا حالت ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ابن ابی شیبہ کے طریق سے مروی اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حقیقت

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَزْمٍ:

مِنْ طَرِيقِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ نَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى

عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ﴾ قَالَ: يَوْمُ النَّحْرِ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ.

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمانِ باری تعالیٰ ﴿فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ﴾ کے بارے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یوم نحر اور اس کے بعد تین دن ہیں۔'' (المُحَلّٰی: 319/5)

یہ اثر سخت ضعیف ہے:

① ابن ابی لیلیٰ ضعیف اور سیء الحفظ ہے۔

مولانا سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ الانصاری ان کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔'' (چار دن قربانی کی مشروعیت، ص:51)

علامہ رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں:

''اور یہ معلوم ہے کہ ابن ابی لیلیٰ متروک وساقط الاعتبار راوی ہیں۔''
(ضمیر کا بحران، ص:281)

② حکم بن عتیبہ مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں۔

علامہ رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں:

''اور یہ معلوم ہے کہ بلا تصریح تحدیث مدلس کی روایت متفقہ طور پر ساقط الاعتبار ہے۔'' (تصحیح العقائد، ص:359)

لہٰذا یہ روایت تو سخت ضعیف ہے۔ اگر کوئی مدعی ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی مراد کوئی اور سند ہے تو مکرر گزارش ہے کہ دعوی کو ثابت کرنے کے لیے صحیح وحسن سند پیش کرنی ضروری ہے تاکہ رازہائے سربستہ مزید کھل سکیں ورنہ بے سند باتیں حجت نہیں ہوتیں۔

دوسرا قرینہ

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''علامہ زیلعی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۶۲) نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تین دن قربانی والا قول نقل کرنے کے بعد فرمایا:

''قُلْتُ غَرِيبٌ جِدًّا''

''میں (امام زیلعی) کہتا ہوں کہ یہ سخت غریب ہے۔''[نصب الراية للزيلعي 213/4]عرض ہے کہ یہ سخت غریب بات بیان کرنے والا منہال بن عمرو ہے جو صدوق ومتکلم فیہ ہے لہٰذا اس کا یہ بیان معتبر نہیں۔''

عرض ہے کہ ''غریب جدا'' کا جو مطلب محترم سنابلی صاحب باور کرار ہے ہیں وہ درست نہیں ہے۔ یہاں ''غریب جدا'' سے مراد ہے کہ علامہ زیلعی اثر ابن عباس کی سند پر مطلع نہیں ہو سکے، ان الفاظ کو حافظ ابن حجر نے ''لم اجدہ'' سے تعبیر کیا ہے۔

(الدّراية : 215/2)

عینی نے علامہ زیلعی کے ''غریب جدا'' کا رد کیا ہے۔(البِناية : 28/12)

سنابلی صاحب سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اور مکذوب چار دن قربانی والے قول کے بارے لکھتے ہیں:

''متاخر ذکر سندوں کی صحت کی بات ہم نہیں کرتے مگر اتنی ساری سندوں سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس بات کا منقول ہونا اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بذریعہ سکوت ابن ابی شیبہ والی روایت کی تصحیح کرنا ظاہر کرتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ یہی بات ثابت ہے جو غالبا ان کا آخری قول

ہے اور یہ بات منہال بن عمرو کے بیان کے خلاف ہے، جس سے منہال کا بیان مشکوک ہو جاتا ہے۔''

عرض ہے کہ بے سند، کذاب، ضعیف راویوں کی روایت اور ''غالبا'' سے کسی صحیح روایت کو مشکوک بنانا غلط ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِوَايَةُ الثِّقَاتِ لَا تُعَلُّ بِرِوَايَةِ الضُّعَفَاءِ .

''ضعیف راویوں کی روایت کی وجہ سے ثقہ راویوں کی روایت کو معلول قرار نہیں دیا جا سکتا۔''(السنن الکبریٰ : 283/10)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلضَّعِيفُ لَا يُعَلُّ بِهِ الصَّحِيحُ .

''ضعیف سے صحیح کو معلول نہیں قرار دیا جا سکتا۔''

(فتح الباري : 365/4)

جب ضعیف راوی کے روایت کی وجہ سے صحیح روایت کو رد کرنا صحیح نہیں تو بے سند اور کذاب و متروک راویوں کی وجہ سے رد کرنا بالا ولیٰ درست نہ ہوا۔

چار دن قربانی والے اقوالِ صحابہ ثابت نہیں مختلف انداز میں اعتراف

محترم سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''کئی ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف بھی یہی قول منسوب ہے۔''

(چار دن قربانی کی مشروعیت، ص:5)

مزید لکھتے ہیں:

''چار دن تک قربانی سے متعلق ہم نے اپنی کتاب کے گذشتہ ایڈیشن

میں بعض ایسے صحابہ کے آثار پیش کئے جو اصول حدیث کے مطابق
ثابت نہ تھے اس پر کچھ لوگ برابر شور مچاتے جا رہے ہیں کہ ان ضعیف
روایات کو کیوں پیش کیا گیا ہے حالانکہ کہ کتاب کے اندر ہی وضاحت
کر دی گئی ہے کہ فریق مخالف اس طرح کے آثار سے استدلال کرتا
ہے اس لئے یہ حوالے الزاما پیش کیے گئے ہیں۔''

عرض ہے کہ بعض نہیں بلکہ چار دن قربانی والے تمام آثار صحابہ اصول حدیث کے مطابق ثابت نہیں ہیں۔ پھر کتاب میں یہ بات بالکل موجود نہیں ہیں کہ ''فریق مخالف اس طرح کے آثار سے استدلال کرتا ہے اس لئے یہ حوالے الزاما پیش کیے گئے ہیں۔''

سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''صحابہ کرام میں متعدد صحابہ کرام سے چار دن قربانی کے اقوال منقول
ہیں ہماری رسائی ان اقوال کے اصل مراجع تک نہیں ہوسکی لیکن متعدد
اہل علم نے ان صحابہ کی طرف بالجزم چار دن قربانی کا قول منسوب کیا
ہے ممکن ہے ان اقوال کی صحیح سندیں ایسی کتب میں ہوں جن تک
ہماری رسائی نہ ہو یا جو مفقود ہو چکی ہوں، یاد رہے اللہ تعالی نے صرف
کتاب وسنت کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے نہ کہ امتیوں کے اقوال
کی بھی اس لئے امتیوں کے اقوال کی صحیح سندوں کا مفقود ہو جانا کوئی
تعجب کی بات نہیں ہے...لیکن ان تین سندوں تک ہماری رسائی نہیں
ہوسکی کیونکہ عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم کی دستیاب کتب
میں یہ روایات موجود ہیں۔ تاہم اس کثرت طرق کی بنیاد پر یہی ظن
غالب آتا ہے کہ چار دن قربانی کی کوئی نہ کوئی اصل عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہ سے ضرور ہے۔ (چار دن قربانی کی مشروعیت، ص:33، 35)

عرض ہے کہ جب چار دن قربانی والے آثار صحابہ اصول حدیث کے مطابق ثابت نہیں بلکہ منسوب ہیں، بلکہ ان کے اصل مراجع تک رسائی بھی نہیں تو پھر ''کثرت طرق'' ''ظن غالب'' اور ''کوئی نہ کوئی (موصوف کے نزدیک قیاسی گھوڑا، مسنون رکعات تراویح، ص:۲۰۶) اصل ضرور ہے'' سے چار دن قربانی ثابت کرنا درست نہیں ہے، بلکہ محض طفل تسلی ہے۔

④ سیدنا انس رضی اللہ عنہ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلذَّبْحُ بَعْدَ النَّحْرِ يَوْمَيْنِ .

''قربانی تین دن ہے۔''

(أمالي ابن بِشْران الجزء الأول، ح : 433، وسندهٗ صحيحٌ)

محترم سنابلی صاحب نے اسے بھی رد کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس طرح سنابلی صاحب نے تاریخ ابن یونس سے امام طحاوی کے شیخ احمد بن ابی عمران کی توثیق کو چھوڑ کر تاریخ بغداد میں جا کر کہا کہ مجھے اس کے دو راویوں کی توثیق نہیں ملی، اسی طرح اپنے مضمون بنام (ایام قربانی اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم مع اشکالات کا ازالہ) میں امالی ابن بشران کو چھوڑ کر ایک دوسری کتاب المشیخۃ البغدادیہ کے حوالے سے اس روایت کے بارے لکھتے ہیں:

''اس کی سند میں موجود ''محمد بن عیسی بن حیان المدائنی'' سخت ضعیف ہے۔''

ایک دلیل یہ دی کہ ابو احمد حمزہ بن محمد کے شیوخ میں محمد بن عیسی بن حیان المدائنی متروک ہے، لیکن امام احمد بن محمد بن عیسی برتی کا نام نہیں ملتا۔

ہم سنابلی صاحب کو انہی کے لہجے میں مگر مع الدلائل کہیں گے کہ اب سوال یہ ہے کہ کتب رجال میں ابواحمد حمزہ بن محمد بن محمد بن عباس بن حارث کے شیوخ میں محمد بن عیسیٰ بن حیان مدائنی کا نام تو ملتا ہے، مگر احمد بن محمد بن عیسی برتی کا نام نہیں ملتا، لیکن اس کے ساتھ ان کے اساتذہ کی فہرست درج کرنے والے ائمہ کی طرف سے یہ صراحت بھی ملتی ہے کہ ’’وَطَائِفَةٌ‘‘ (اور ایک جماعت سے انہوں نے روایت کی ہے)۔

(سیر أعلام النبلاء للذهبي : 15/516)

یعنی مندرجہ فہرست کے علاوہ بھی ایک جماعت ان کے اساتذہ میں شامل ہے جن کا ذکر اختصار کے پیش نظر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام احمد بن محمد بن عیسی برتی، ابواحمد حمزہ بن محمد کے اساتذہ کی اس جماعت میں شامل ہوں جن کا ذکر اختصار کے سبب ائمہ نے چھوڑ دیا پھر امام برتی کے شیوخ میں مسلم بن ابرہیم کے ہونے کی وجہ سے یہ تعین ہو جاتا ہے کہ زیر بحث روایت احمد بن محمد بن موسیٰ برتی نے بیان کی ہے نہ مدائنی متروک نے۔

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

’’محمد بن عیسیٰ بن حیان المدائنی کا مکمل نام مدائنی کی نسبت کے ساتھ المشیخۃ البغدادیۃ میں درج ہے جبکہ امالی ابن بشران میں جو نام ہے اس کے ساتھ کوئی نسبت مذکور نہیں ہے۔ ایک جگہ نسبت کے ساتھ ذکر ہونا اور دوسری جگہ نسبت کے بغیر ذکر ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ کتابت کی غلطی اگر ہے تو اس جگہ ہے جہاں بغیر کسی نسبت کے کوئی نام مذکور ہے۔ کیوں کہ کتابت کی غلطی سے کاتب کوئی نسبت بھی رقم کر دے یہ بہت بعید ہے۔‘‘

عرض ہے کہ کتابت کی غلطی سے نسبت رقم کرنے میں بھی کاتب سے غلطی ہو جاتی

ہے ملاحظہ ہو:

ثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَمْزَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ الْحَارِثِ الدِّهْقَانُ ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى الْمَدَائِنِيّ ... عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْكَلْبِ يَصِيدُ قَالَ إِذَا أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ .

(أمالي ابن بشران الجزء الثاني، ح : 1399)

اب یہاں کاتب نے غلطی سے امام احمد بن محمد بن عیسی برتی کے ساتھ "المدائنی" کی نسبت لکھ دی ہے حالانکہ امام برتی مدائنی نہیں ہیں۔

اگر کہا جائے کہ یہ امام برتی نہیں بلکہ مدائنی متروک ہے تو یہ بات درست نہیں، کیوں کہ دوسری اسانید میں امام برتی کی صراحت ہے جس سے وضاحت ہوتی ہے کہ اس حدیث کو امام برتی ہی نے بیان کیا ہے، لہٰذا یہ مدائنی متروک نہیں ہوسکتا ملاحظہ ہو:

أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَمْزَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى الْبِرْقِيُّ (اَلصَّوَابُ الْبِرْتِيُّ) ... عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ... وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَيْدِ الْكَلْبِ فَقَالَ : مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ فَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ فَلَا تَأْكُلْ ... .

(الجزء الأول والثاني من فوائد ابن بشران ، ح : 693)

... أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى الْبِرْتِيُّ ... عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَيْدِ الْكَلْبِ فَقَالَ مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ فَإِنَّ أَخْذَهُ ذَكَاتُهُ وَإِنْ أَصَبْتَ مَعَ كَلْبِكَ أَوْ كِلَابِكَ كَلْبًا

غَيْرَهُ فَلَا تَأْكُلْ . (السنن الكبرى للبيهقي : 394/9)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ امالی ابن بشران جز ثانی میں کاتب نے غلطی سے امام برتی کے ساتھ مدائنی کی نسبت لکھ دی ہے، لہٰذا سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ ''کتابت کی غلطی سے کاتب کوئی نسبت بھی رقم کردے یہ بہت بعید ہے'' درست نہیں ہے۔

مزید اطمینان اس سے ہو جاتا ہے کہ ابن بشران نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا تین دن قربانی والا اثر جس طریق سے روایت کیا ہے عین اسی طریق سے اور بھی سندیں ملتی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن بشران کے تین دن قربانی والے اثر انس رضی اللہ عنہ میں امام احمد بن محمد بن عیسی برتی ہی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

پہلی سند

وَأَخْبَرَنَا حَمْزَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسٰى ... . (أمالي ابن بشران، ح : 434)

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''امالی ابن بشران میں مصنف کے جس شیخ سے قربانی والا اثر موجود ہے مصنف کے اسی شیخ سے اس اثر کے فورا بعد ایک دوسرا اثر ہے اس میں بھی ماقبل والے اثر کی طرح مصنف کے اسی شیخ کے بعد احمد بن محمد بن عیسی موجود ہے بہت ممکن ہے کہ پہلی سند لکھتے وقت اس مقام پر پہنچ کر کاتب کی نگاہ اگلی سند پر چلی گئی جیسے دیکھ کر پہلی سند میں بھی اس نے مصنف کے شیخ کے بعد احمد بن محمد بن عیسی کا نام درج کر دیا جبکہ یہ نام بعد والے اثر میں تھا۔''

عرض ہے کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ مدائنی متروک اور امام برتی دونوں حمزہ بن

محمد کے شیخ ہیں (یا دلائل سے ثابت کیا جائے کہ امام برتی حمزہ بن محمد کے شیخ نہیں) اختلاف تو اس میں ہے کہ مدائنی متروک مسلم بن ابراہیم کا شاگرد ہے یا نہیں، امالی ابن بشران میں امام برتی ہیں، لیکن صرف المشیخۃ البغدادیہ کی ایک سند میں مسلم بن ابرہیم کا شاگرد محمد بن عیسی بن حیان مدائنی کاتب کی غلطی سے لکھ دیا گیا ہے۔اب اس اختلاف کا حل مسلم بن ابراہیم سے ہی ہوگا اور مسلم بن ابراہیم کے شاگردوں میں ثقہ امام احمد بن محمد بن عیسی برتی ہیں مدائنی متروک نہیں، لہٰذا کاتب کی غلطی کو دلیل بنا کر اس اثر کو ضعیف کہنا درست نہیں۔

دوسری سند

أَخْبَرَنَا أَبُوأَحْمَدَ حَمْزَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبِرْقِيُّ (اَلصَّوَابُ الْبِرْتِيُّ) ... .

(الجزء الأول والثاني من فوائد ابن بشران، ح : 693)

تیسری سند

أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَمْزَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعَبَّاسِ بْنِ الْحَارِثِ الدِّهْقَانُ ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى الْبِرْتِيُّ ... .

(أمالي ابن بشران الجزالثاني، ح : 1399)

چھوتھی سند:

...أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَمْزَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ نَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى البِرْقِيُّ (اَلصَّوَابُ الْبِرْتِيُّ) .... .

(الفصل للوصل المدرج في النقل للخطيب : 640/2)

ان چار سندوں میں ابو احمد حمزہ بن محمد بن عباس کے شیوخ میں امام برتی کا ہونا یہ دلیل ہے کہ ابن بشران کے قربانی والے طریق میں امام برتی ہیں اور صرف ''المشیخۃ

البغدادیہ'' کی ایک سند میں مسلم بن ابراہیم کے تلامذہ میں مدائنی کا ہونا یہ واضح ثبوت ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ پھر المشیخۃ البغدادیۃ کی سند نازل اور امالی ابن بشران کی سند عالی ہے۔

خود سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ عالی سند کو ترجیح دی جائے گی ہے۔

(انوارالبدر،ص:460)

لہٰذا اس اصول کے تحت بھی امالی ابن بشران کی روایت کو ہی ترجیح ہوگی۔ ثابت ہوا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا اثر صحیح ہے۔

⑤ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حافظ ابن حزم ابن ابی شیبہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

مِنْ طَرِيقِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ نَا زَيْدُ ابْنُ الْحُبَابِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ حدثَّنِي أَبُو مَرْيَمَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : الْأَضْحٰى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ .

''قربانی کے تین دن ہیں۔''(المحلی : 40/6)

اگر یہ ابن ابی شیبہ کی کتاب سے نقل ہو تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی سند حسن ہے۔

قربانی کے تین ایام اور محدثین کرام

امام مالک رحمہ اللہ تین دن قربانی کے قائل تھے۔(مُوَطّأ : 489/2)

اسحاق بن منصور الکوسج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ : كَمِ الْأَضْحٰى؟ ... قَالَ : ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهٗ قَالَ إِسْحَاقُ : كَمَا قَالَ .

''میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ قربانی کتنے دن ہے؟

جواب دیا تین دن، یوم نحر (دس ذوالحجہ) اوراس کے بعد دودن۔امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسئلہ ایسے ہی ہے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بیان کیا۔''

(مسائل أحمد و إسحاق بن رَاهَوَيْهِ برواية الكوسج، مسئلة : 2857)

چاردن قربانی اورمرفوع روایات

پہلی حدیث (رجل من اصحاب النبی ﷺ)

قَالَ الْإِمَامُ الْبَيْهَقِيُّ :

وَأَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ أَنْبَأَ أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ ثَنَا الْحَارِثُ بْنُ أَبِي أُسَامَةَ ثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَمَّاهُ نَافِعٌ فَنَسِيتُهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ مِنْ غِفَارٍ قُمْ فَأَذِّنْ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَأَنَّهَا أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ أَيَّامُ مِنًى زَادَ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسٰى وَذَبْحٍ يَقُولُ : أَيَّامُ ذَبْحٍ، ابْنُ جُرَيْجٍ يَقُولُهُ.

(السنن الكبرٰى، ح : 19244)

مذکورہ روایت میں محل استدلال 'وذبح'' کا اضافہ جس کی بناپر قربانی چاردن ثابت کی جاتی ہے دووجہ سے نا قابل اعتبار ہے:

① ''وذبح'' کے الفاظ بیان کرنے میں ابن جریج نے سماع کی صراحت نہیں کی اورابن جریج زبردست مدلس ہیں اور یہ کذاب راوی سے تدلیس کرتے تھے۔

سنابلی صاحب ایک روایت کے بارے لکھتے ہیں:

''اس کی سند میں ابن جریج مدلس ہیں اور یہ کذاب راویوں سے تدلیس کرتے ہیں۔امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ بغیر سماع کی صراحت کے روایت بیان کریں تو وہ روایت منکر ہوتی ہے ...غور فرمائیں! جس راوی کا یہ معمول ہو کہ کذاب اور سخت مجروح رواۃ سے تدلیس کرے تو اس کی غیر مصرح بالسماع روایت کا کیا مرتبہ ہونا چاہیے۔ یقیناً ایسی روایت قابلِ حجت تو در کنار شواہد متابعات میں بھی قابل قبول نہیں ہے، کیوں ایسی روایات سخت ضعیف کے حکم میں ہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ بھی پوری صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ابن جریج کی تدلیس کردہ روایات حسن لغیرہ بننے کے قابل بھی نہیں ہیں۔''

(یزید بن معاویہ،ص:507، 508)

اتنی زبردست تدلیس کے باوجود بھی محترم سنابلی صاحب ابن جریج کے بارے لکھتے ہیں:

''یہاں پر آپ نے بالجزم زیادتی والی بات کی نسبت براہ راست اپنے استاذ سلیمان بن موسی کی طرف کی ہے، لہٰذا یہاں تدلیس کے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔'' (چار دن قربانی کی مشروعیت،ص:11)

عرض ہے کہ مدلس کا ''زاد'' ''قال'' کی طرح عدم سماع پر نص ہے، لہٰذا ''زاد'' کو سماع پر محمول کرنا اصولی طور پر صحیح نہیں، جب تک محترم سنابلی صاحب سماع ثابت نہیں کریں گے ابن جریج پر تدلیس کا الزام برقرار رہے گا، لہٰذا تاویلات نا قابل التفات ہیں۔

② حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَا لَحِقَ سُلَيْمَانُ نَافِعًا .

’’سلیمان کی نافع سے ملاقات نہیں ہے۔‘‘

(المُهَذَّب في اختصار السنن الكبير : 4/1999)

حدیث جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ

’’ایام تشریق تمام کے تمام قربانی کے دن ہیں۔‘‘

(سنن الدّارقطني : 5/511، ح : 4756، السنن الكبرٰى للبيهقي : 5/392، ح : 10227)

اس کی سند دو وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

① سوید بن عبد العزیز سخت ضعیف ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اس روایت کے تحت فرماتے ہیں:

هٰذَا غَيْرُ قَوِيٍّ لِأَنَّ رَاوِيَهٗ سُوَيْدٌ .

’’یہ روایت قوی نہیں کیوں کہ اس کا راوی سوید (ضعیف) ہے۔‘‘

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهٗ جُمْهُورُ الْأَئِمَّةُ .

’’اسے جمہور ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔‘‘(مَجْمَع الزّوائد : 3/147)

مزید لکھتے ہیں:

مَتْرُوكٌ .

’’سخت ضعیف ہے۔‘‘(مَجْمَع الزّوائد : 1/15)

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مَذْكُورٌ بِالْكِذْبِ .

’’سوید بن عبد العزیز جھوٹ بولنے کی وجہ سے متہم ہے۔‘‘

(المحلی : 10/128)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ سوید کی ایک روایت کے بارے فرماتے ہیں:

وَهٰذَا مُنْكَرُ الْإِسْنَادِ وَقَدْ هَرَتَ ابْنُ حِبَّانَ سُوَيْدًا ثُمَّ آخَرُ شَيْءٍ قَالَ وَهُوَ مِمَّنِ اَسْتَخِيرُ اللّٰهَ فِيهِ لِأَنَّهٗ يَقْرُبُ مِنَ الثِّقَاتِ قُلْتُ : لَا وَلَا كَرَامَةَ بَلْ هُوَ وَاهٍ جِدًّا .

''یہ منکرالاسناد ہے۔ابن حبان نے سوید پر جرح کی ہے، پھر کہا کہ یہ ان راویوں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ سے استخارہ کرتا ہوں، کیوں کہ یہ ثقات کے قریب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قطعا ثقات کے قریب نہیں اور اس کی کوئی عزت وتکریم نہیں، بلکہ یہ سخت ترین ضعیف راوی ہے۔''(میزان الاعتدال : 252/2)

سنابلی صاحب ''نوٹ'' کے تحت لکھتے ہیں:

''امام ذہبی رحمہ اللہ کا ''واہ'' کہنا سخت جرح ہے۔''(یزید بن معاویہ،ص:513)

لہٰذا جب ''واہ'' کے ساتھ ''جدا'' کا اضافہ ہو جائے تو اس راوی کی کیا پوزیشن ہو گی؟

سنابلی صاحب سوید متروک کے ضعف کو ہلکا کرنے کے لیے لکھتے ہیں:

''۔۔۔بعض نے اسے قابلِ اعتبار بتایا ہے،حتی کہ بعض نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔سوید بن عبدالعزیز کے معاصر وہم وطن، امام عبد الرحمٰن بن ابراہیم، دحیم رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۵) فرماتے ہیں:

ثِقَةٌ وَكَانَ لَهٗ اَحَادِيثُ يغْلِطُ فِيهَا .

''یہ ثقہ ہیں، ان کے پاس کچھ احادیث تھیں جن میں یہ غلطی کرتے تھے۔''(چار دن قربانی کتاب وسنت کی روشنی میں،ص:42)

عرض ہے کہ موصوف لہجے کے مطابق ایک تو اس متروک کے پاس کچھ روایات تھیں اوران میں بھی وہ غلطی کرتا تھا، لہٰذا محدثین کے وزن اور اقوال وقرائن کو دیکھتے ہوئے یہ توثیق روایت میں نہیں، بلکہ دیانت داری کے معنی میں ہوسکتی ہے۔

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''امام دارقطنی (المتوفی ۳۸۵) جیسے ناقد نے کہا:

وَسُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْوَاسِطِيُّ سَكَنَ الشَّامَ يُعْتَبَرُ بِهِ .

''اور سوید بن عبدالعزیز واسطی شام میں سکونت پذیر تھے، ان کے ذریعے اعتبار کیا جائے گا۔'' (حوالہ مذکورہ،ص:43)

اب بات کر لیتے ہیں قابل اعتبار ہونے کی کہ سوید متروک کسی معنی میں قابل اعتبار ہے، چنانچہ سنابلی صاحب ایک راوی کے بارے لکھتے ہیں:

''امام احمد رحمہ اللہ نے اسے ''اعتبر بہ'' کہا ہے۔امام احمد یا دیگر محدثین جب اعتبار کے لیے کسی مجروح راوی کی روایت لکھیں تو ہر جگہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے نزدیک اس کی روایت استشہاد میں پیش کی جاسکتی ہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کی روایات کی جانچ پڑتال میں آسانی ہو، مثلاً کسی نے سند سے اس کو ساقط کر دیا اور ہمارے پاس دوسری سند اس کے نام کے اثبات کے ساتھ موجود رہے گی تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ فلاں سند سے فلاں کو ساقط کیا گیا۔''

(یزید بن معاویہ،ص:511)

سوید بن عبدالعزیز پر اور بھی کئی محدثین نے سخت جروح کر رکھی ہے، لیکن اختصارا چند جروح پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے۔

② حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَا لَحِقَ سُلَيْمَانُ نَافِعًا .

''سلیمان کی نافع سے ملاقات نہیں ہے۔''

(المُهَذَّب في اختصار السنن الكبير : 4/1999)

دوسری سند

''تمام ایام تشریق میں قربانی ہے۔''

(سنن الدارقطني : 5/512، ح : 4758)

تبصرہ:

سند سخت ضعیف بلکہ من گھڑت ہے۔

① احمد بن عیسی خشاب سخت ضعیف ہے۔

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذَّابٌ يَضَعُ .

''پرلے درجے کا جھوٹا احادیث گھڑتا تھا۔''

(تذكرة الحفّاظ، ص : 159)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَصَدَقَ ابْنُ طَاهِرٍ .

''ابن طاہر نے سچ کہا۔'' (المُغني في الضّعفاء : 1/51، ت : 396)

② عمرو بن دینار کا سیدنا جبیر بن مطعم سے سماع مطلوب ہے۔

علامہ رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں:

''کسی امام فن نے حضرت جبیر سے عمرو بن دینار کے لقاء وسماع کا ذکر نہیں کیا اور جبیر کے بعد فوت ہونے والے بعض صحابہ سے عدم سماع

کی صراحت کتب رجال میں موجود ہے اس لیے جبیر وعمرو بن دینار کے مابین اتصال کا دعوی ہم کو نہیں۔'' (غایۃ التحقیق،ص:83)

تیسری سند

''تمام ایام تشریق میں قربانی ہے۔''

(صحيح ابن حبّان : 3854، الكامل لابن عدي : 260/4، السنن الكبرٰى للبيهقي : 498/9)

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے زیر بحث روایت کو اپنے کتاب ''الکامل فی ضعفاء الرجال'' میں ذکر کیا ہے اور سنابلی صاحب نے لمبی بحث کر کے لکھا کہ جس روایت کو ابن عدی ''الکامل'' میں ذکر کریں وہ ان کے نزدیک منکر و مردود ہوتی ہے۔

(یزید بن معاویہ،ص:201،202،203)

لیکن یہاں اسی منکر و مردود روایت کو بڑے دھڑلے سے دلیل کے طور پر پیش بھی کر رہے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ موصوف کی ہر جگہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ مخالف دلیل کو کسی بھی طرح چاہے کتنی ہی بعید تاویل کیوں نہ کرنی پڑے رد کیا جائے، ابن عدی کی اس منکر و مردود قرار دی ہوئی روایت کا انہوں نے آج تک کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ اپنی نئ کتاب ''چار دن قربانی کتاب وسنت کی روشنی میں'' بھی اس اصول سے چشم پوشی کی ہے، لہٰذا سنابلی اسے روایت کو منکر و مردود قرار دیں؟ عبدالرحمٰن بن ابی حسین کی جہالت اور سند کے انقطاع پر تو بات بعد میں کر لیں گے۔

سنابلی صاحب کے ایک اور اصول (یزید بن معاویہ،ص:۲۰۳) کے مطابق حدیث جبیر بن مطعم کا ایک بھی طریق صحیح نہیں ہے۔ اس اصول سے بھی موصوف نے چشم پوشی کر رکھی ہے۔

عبدالرحمٰن کی توثیق کے لیے ایک خودساختہ تاویل

سنابلی صاحب نے جب دیکھا کہ ''عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' کی ابن حبان کے علاوہ کی کسی نے توثیق نہیں کی تو موصوف نے انتہائی تکلف سے کام لیتے ہوئے حافظ ابن حجر سے اس کی توثیق ثابت کرنے کے لیے تقریبا ساڑھے تین صفحات لکھے۔ (چار دن قربانی کی مشروعیت، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲)، لیکن حقیقت میں وہ توثیق بنتی ہی نہیں تھی محض خود ساختہ تھی اس لیے موصوف نے اپنی نئی کتاب ''چار دن قربانی کتاب وسنت کی روشنی میں'' میں اس توثیق کو شامل نہیں کیا۔

چھوتھی سند

عَرَفَاتٌ مَوْقِفٌ وَادْفَعُوا مِنْ عُرَنَةَ وَالْمَزْدَلِفَةُ مَوْقِفٌ وَادْفَعُوا عَنْ مُحَسِّرٍ .

(مسند الشامیین : 389/2، ح : 1556)

تبصرہ:

① یہ روایت ضعیف ہے کیوں کہ اس کی سند میں ولید بن مسلم تدلیس تسویہ کے مرتکب ہیں اور سماع بالتسلسل نہیں ہے۔

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''اور تدلیس تسویہ کرنے والے روات جب تک اپنے سے اوپر سند کے تمام طبقات میں سماع یا تحدیث کی صراحت نہ کریں، تب تک وہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔'' (یزید بن معاویہ، ص:41)

② اس میں چار دن قربانی والے محل استشہاد الفاظ بھی نہیں ہیں، لہذا یہ کہنا درست نہیں ہے:

''ہماری رسائی امام طبرانی کی کتاب ''مسند الشامیین'' تک نہیں ہوسکی ہم سمجھتے ہیں کہ امام طبرانی کی اس کتاب میں حدیث مذکور کے اندر ایام تشریق کے ایام قربانی ہونے کا ذکر ہے۔'' (غایۃ التحقیق، ص:81)

پانچویں سند:

''تمام ایام تشریق میں قربانی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد، ح : 16752)

عرض ہے کہ یہ سند منقطع ہے، کیوں سلیمان بن موسی کا سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

علامہ رئیس ندوی صاحب ایک روایت کے بارے لکھتے ہیں:

''ابراھیم اور علقمہ کے درمیان سند میں انقطاع ہے، دونوں کے درمیان والا راوی مجہول ہے اور مجہول کا بہت زیادہ ضعیف ہونا بھی مستبعد نہیں۔ بنابریں اسی ایک علت کے سبب سند ساقط الاعتبار ہے۔''

(مجموعہ مقالات، ص:274)

مزید لکھتے ہیں:

''ہم کہتے ہیں کہ اس سند میں واقع ابراہیم نخعی کا مدلس ہونا ہم بیان کر آئے ہیں اور انھوں نے اسے تدلیس ہی کے ساتھ اسود سے روایت کیا ہے، دونوں کے درمیان سند منقطع ہے، یعنی کہ دونوں کے درمیان ایک یا ایک سے زیادہ رواۃ ساقط ہوگئے ہیں، ساقط ہونے والے ایک راوی یا ایک سے زیادہ رواۃ کا کذاب یا بہت زیادہ غیر معتبر ہونا عین قرین قیاس ہے، انھیں کذابین نے امام اسود بن یزید کی طرف یہ

بات منسوب کر دی ہے۔'' (مجموعہ مقالات،ص:276)

ترکش کا آخری تیر

محترم سنابلی صاحب حدیث جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے بارے لکھتے ہیں:

''اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ اس کے سارے طرق ضعیف ہیں تو بھی یہ تمام طرق ایک دوسرے کے ساتھ تقویت پا کر حسن لغیرہ ہر حال میں بن جائیں گے بلکہ شواہد کے پیش نظر صحیح قرار پائیں گے۔''

(چار دن قربانی کی مشروعیت،ص:26)

عرض ہے کہ حدیث جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے تمام طرق ثابت ہی نہیں ہیں اور اس کے شواہد بھی غیر محفوظ و من گھرٹ ہیں جن کی تفصیل عن قریب آ رہی ہے۔

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر کوئی ضعیف روایت متعدد طرق (کئی سندوں) سے منقول ہو اور تمام طرق اور سندیں سخت ضعیف ہوں تو ایسی صورت میں ضعیف روایات کو ملا جلا کر حسن لغیرہ بنانا باتفاق محدثین درست نہیں...''

(انوار البدر،ص:49،50)

حدیث جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے شواہد کی حقیقت

چار دن قربانی پر حدیث ابی ہریرہ و حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہما

سنابلی صاحب (چار دن قربانی کی مشروعیت،ص:۲۹) پر امام بیہقی رحمہ اللہ کی سند لکھتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو سَعْدٍ الْمَالِينِيُّ أَنْبَأَ أَبُو أَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ الْحَافِظُ أَنْبَأَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ ثَنَا دُحَيْمٍ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ

ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ يَحْيٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مَرَّةً عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَمَرَّةً عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلِّهَا ذَبْحٌ .

''دوصحابہ ابوسعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تشریق کے سارے دن ذبح کے دن ہیں۔''(السنن الکبرٰی : 499/9)

عرض ہے اس پر درج ذیل محدثین نے جرح کی ہے:

① امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ أَبِي : هٰذَا حَدِيثٌ كِذْبٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ .

''والد گرامی نے فرمایا: اس سند سے یہ حدیث جھوٹی ہے۔''

(علل الحدیث : 266/3)

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَسَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ : هٰذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ عِنْدِي .

''میں نے والد گرامی سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میرے نزدیک یہ حدیث من گھڑت ہے۔''(علل الحدیث : 493/4)

② امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے غیر محفوظ کہا ہے۔

(الکامل : 139/8، السنن الکبرٰی للبیهقي : 499/9)

③ امام بیہقی رحمہ اللہ اسی روایت کے تحت لکھتے ہیں:

وَالصَّدَفِيُّ ضَعِيفٌ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ .

''معاویہ بن یحیٰی صدفی ضعیف ہے اس سے دلیل نہیں لی جائے گی۔''(حوالہ مذکورہ)

④ حافظ ابن طاہر مقدسی کے نزدیک بھی یہ روایت منکر ہے۔

(ذخیرۃ الحفاظ : 1054/2)

⑤ حافظ نووی نے اس حدیث کو معاویہ بن یحییٰ صدفی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔(المجموع : 390/8)

⑥ حافظ ذہبی نے اس روایت میں معاویہ صدفی کو سخت ضعیف قرار دیا ہے۔(المهذب فی اختصار السنن ، ح : 14915)

⑦ حافظ ابن حجر نے اس حدیث میں معاویہ صدفی کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(التلخيص الحبير : 260/4)

⑧ علامہ عینی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(عمدة القاری :148/21)

لہٰذا اس روایت پر جرح کو امام ابو حاتم رحمہ اللہ کا مبالغہ کہنا درست نہیں ہے۔

② امام زہری رحمہ اللہ مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں۔

امام ابو حاتم رازی ایک روایت کے بارے فرماتے ہیں:

اَلزُّهْرِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عُرْوَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ فَلَعَلَّهٗ دَلَّسَهٗ .

”زہری نے یہ حدیث عروہ سے نہیں سنی شاید انہوں نے اس میں تدلیس سے کام لیا ہے۔“

(علل الحديث لابن أبي حاتم : 407/3)

امام طحاوی فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعْهُ الزُّهْرِيُّ مِنْ عُرْوَةَ إِنَّمَا دَلَّسَ بِهٖ .

”یہ حدیث زہری نے عروہ سے نہیں سنی اس میں تدلیس کی ہے۔“

(شرح معاني الآثار للطّحاوي :171/1)

علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

مَشْهُورٌ بِالتَّدْلِيسِ.

''محمد بن شہاب زہری تدلیس کی وجہ سے مشہور ہیں۔''

(أسماء المدلسين، ص: 84)

علامہ رئیس ندوی صاحب ایک روایت کے بارے فرماتے ہیں:

''زھری کو بھی مدلس کہا گیا ہے اور زھری نے بھی یہ روایت بلا تصریح تحدیث معنعن نقل کی (طبقات المدلسین ص ۰۷و۱۰۲) لہٰذا یہ اس سند کی دوسری علت ہوئی۔''

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز، ص:130)

ایک شبہے کا ازالہ

سنابلی صاحب ''زہری کی کتاب سے روایت کردہ احادیثِ معاویہ الصدفی کی صحت'' کے تحت لکھتے ہیں:

''امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

احاديثه عن الزهري مستقيمة كانها من كتاب

''معاویہ بن یحییٰ الصدفی کی زہری سے بیان کردہ روایات مستقیم (صحیح) ہیں، گویا انھوں نے زہری کی کتاب سے بیان کر رکھا ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ معاویہ الصدفی کی زہری کی کتاب سے جو روایات بیان کی ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔''

(چار دن قربانی کتاب وسنت کی روشنی میں، ص:109)

اس شبہ کو دور کرتے ہوئے علامہ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ معاویہ بن یحییٰ الصدفی کے

بارے فرماتے ہیں:

''میزان الاعتدال میں یہ بات موجود ہے، کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا قال البخاری: روی عن الزہری احادیث مستقیمۃ اور یہی الفاظ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے نقل کیے ہیں اور یہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں انہی پر اعتبار کرتے ہیں۔ جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الکبیر میں کہا: روی عن الزہری وروی عنہ ہقل (ھقل از ناقل) بن زیاد احادیث مستقیمۃ کانھا من کتاب، یہ زہری سے روایت کرتا ہے اور ہقل (ھقل از ناقل) بن زیاد اس (معاویہ بن یحییٰ الصدفی) سے روایت کرتا ہے اور ہقل (ھقل از ناقل) بن زیاد کی اس سے روایتیں مستقیمۃ ہیں، لیکن یہاں علی الاطلاق یہ سمجھ لیا گیا کہ وہ (معاویہ بن یحییٰ الصدفی) جو زہری سے روایت کرتے ہیں وہ احادیث مستقیمۃ ہیں۔'' (ضوابط الجرح والتعدیل، ص:111)

مزید فرماتے ہیں:

''قال البخاري روى عن الزهري أحاديث مستقيمة (ميزان: ص ١٣٨ ج ٤)

علامہ ہیثمی بھی جرح وتعدیل میں اکثر وبیشتر اپنے استاد حافظ ذہبی پر اعتماد کرتے ہیں۔ اسی لیے مجمع الزوائد (ص ۸۴ ج ۲) میں بھی یہی الفاظ نقل کر دیے ہیں حالانکہ الکامل لابن عدی (ص ۲۳۹۵ ج ٦) میں «أحاديثه مشتبهة» کے الفاظ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ التاریخ الکبیر (ص ٣٣٦ ج ۴ ق ۱) الضعفاء الصغیر (ص ۲۷٦) بھی

دیکھ لیجئے جہاں روی عنه هقل أحاديث مشتبهة (**مستقیمہ از ناقل**) کے الفاظ ہیں۔ ابن عدی نے معاویہ کی زہری سے متعدد روایات ذکر کر کے تمام کو ((غير محفوظة)) کہا بلکہ امام حاکم نے الهقل عن معاوية عن الزهري کی روایات کو بھی منكرة شبية بالموضوعة کہا ہے۔ (تہذیب ص ۲۲۰ ج ۱۰) مقصد یہ ہے کہ میزان کی عبارت میں بھی گھپلا ضرور ہے۔'' (توضیح الاکلام، ص:335)

علامہ معلّمی رحمہ اللہ جن کے بارے سنابلی صاحب لکھتے ہیں: ''امیر المومنین فی الجرح والتعدیل، فقیہ اسماء الرجال۔ (انوار البدر، ص:۳۴۳) وہ معاویہ صدفی کے بارے فرماتے ہیں:

هَالِكٌ كَانَ يَشْتَرِي الصُّحُفَ فَيُحَدِّثُ بِمَا فِيهَا غَيْرَ مُبالٍ اَسَمِعَ اَمْ لَمْ يَسْمَعْ .

''سخت ضعیف ہے یہ صحیفے خرید کر ان میں جو ہوتا بیان کر دیتا بغیر پرواہ کیے کہ اس نے سنا ہے یا نہیں۔'' (النكت الجياد :600/1)

بالفرض یہ بھی مان لیں کہ معاویہ بن یحیٰی الصدفی کی شام والی روایات مستقیمہ ہیں تو بھی یہ من گھرٹ ومنکر روایت محدثین کی جرح کی وجہ سے مستثنیٰ ہوگی۔

یاد رہے کہ کتاب ''چار دن کی قربانی کتاب وسنت کی روشنی میں'' میں بہت سا اور مواد بھی محل نظر ہے۔ ضرورت پڑی تو اس پر بھی تفصیل سے لکھیں گے۔ ان شاء اللہ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ أَجْمَعِينَ إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ .

کتبہ الراجی الی عفو ذی الجلال حافظ محمد بلال